عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

هفت روزه

ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۷ | ۱۵تا۲۲/رمضان ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۶تا۲۲/ستمبر ۲۰۰۸ء | شمارہ: ۳۵

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امنِ عالم کے نقیب

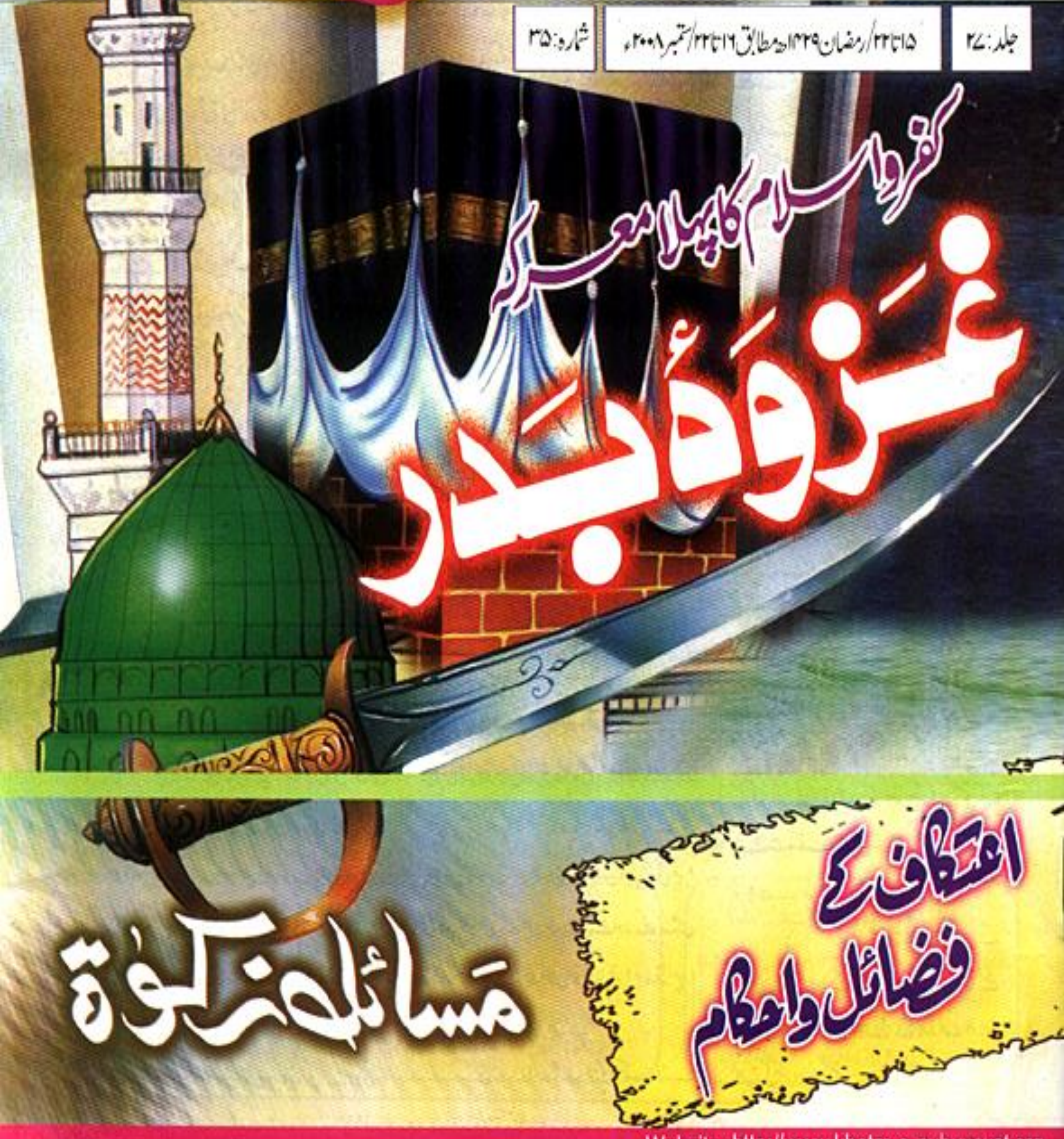

کفر و اسلام کا پہلا معرکہ

غزوۂ بدر

اعتکاف کے فضائل واحکام

مسائل زکوٰۃ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری

تراویح کا ختم ستائیسویں کو کیوں؟

عارف الرحمٰن، کراچی

س:..... قرآن اور حدیث کے مطابق کیا قرآن ستائیسویں شب کو ختم کرنا ضروری ہے؟

ج:..... نہیں کوئی ضروری نہیں، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ ۲۹ رمضان المبارک کو ختم کیا جائے تاکہ پورے رمضان کی تمام تراویح میں قرآن کریم سنا جائے، مگر غالباً ستائیسویں کا اہتمام اس لئے کیا جاتا ہے کہ ۲۷ ویں کی رات ویسے متبرک ہوتی ہے تو ختم قرآن کی برکت سے اس کی عظمت دوہری ہوجاتی ہے۔

س:..... قرآن مکمل ہوجانے کے باعث انتیسویں شب کو مسجد میں بہت کم نمازی ہوتے ہیں، کیا یہ رات شب قدر نہیں ہوسکتی، کیونکہ بظاہر تو یہ بھی آخری عشرہ کی طاق رات ہے؟

ج:..... جی ہاں! یہ مسلمانوں کی کوتاہی ہے، کیونکہ حدیث شریف کی روشنی میں جیسے ۲۷ ویں کو لیلۃ القدر ہوسکتی ہے، ایسے ہی ۲۹ ویں کو بھی ہوسکتی ہے، ان لوگوں کی بدنصیبی ہے جو ۲۹ ویں کی رات کو نماز اور تراویح کے لئے نہیں آتے۔

س:..... آخرت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے لیکن آخری دو راتوں میں مساجد کی بے رونقی کا وبال نمازیوں پر ہوگا یا ائمہ حضرات بھی اس میں شریک ہوں گے؟

ج:..... اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ کسی پر اس کا وبال آئے، لیکن یہ بتلایئے کہ ائمہ حضرات پر کیوں آئے گا؟ ان بیچاروں نے صاف بتلا دیا کہ شب قدر طاق راتوں میں ہوتی ہے، اس کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔

منت کے روزے

ربانی' جیکب آباد

س:..... میں چار سال پہلے شدید بیمار تھا' اس دوران میں نے ارادہ کرلیا کہ جب میں ٹھیک ہوجاؤں گا تو رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شوال کے چھ روزے صدقے میں بھی رکھوں گا' لیکن میں رمضان شریف کے روزے بھی نہیں رکھ پارہا ہوں کیونکہ اگر میں ایک وقت بھی کچھ کھاؤں پیوؤں نہیں تو میرا بلڈ پریشر کافی کم ہوجاتا ہے' اور کافی کمزور ہوجاتا ہوں' تو پھر میں شوال کے چھ روزوں کا صدقہ کس طرح ادا کروں؟ کیا کوئی میرا رشتہ دار شوال کے چھ روزے رکھے اور کہے کہ میں آپ کو روزے دیتا ہوں تو کیا میرا صدقہ پورا ہوجائے گا یا کوئی اور طریقہ ہے؟

ج:..... اگر آپ ابھی تک روزے رکھنے کے قابل نہیں ہوئے تو آپ پر نذر اور منت کے روزے واجب نہیں ہوئے' جب آپ روزے رکھنے کے قابل ہوجائیں گے تب آپ پر شوال کے چھ روزے رکھنا واجب ہوگا۔ منت جس کے ذمہ واجب ہے ادا بھی اس کو کرنا ہوگی' کوئی دوسرا کسی کی جانب سے روزے نہیں رکھ سکتا' اگر کوئی رکھ بھی لے تو واجب ادا نہیں ہوگا۔

نابالغی کا نکاح:

محمد فیصل حیات' اسلام آباد

س:..... میرا نکاح نو سال کی عمر میں ایک لڑکی سے ہوا' جس کی عمر اس وقت سات سال تھی' میں اس وقت نابالغ تھا' لڑکی بھی نابالغ تھی' گھر والوں نے دونوں کا نکاح کردیا تھا' لڑکی کی طرف سے نکاح کے کلمات اس کی والدہ نے ادا کیے تھے' اور مجھے بھی شعور و سمجھ نہیں تھی' اب دونوں کے گھر والے بڑی عید کے بعد ہماری رخصتی کرنا چاہتے ہیں' آپ بتائیں کہ کیا یہ نکاح جائز اور شریعت کے مطابق ہے؟

ج:..... اگر نابالغ کا نابالغی میں اس کے ولیوں نے حق مہر کے ساتھ دو گواہوں کے سامنے نکاح کردیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد اب دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد:۲۷ ۱۵تا۲۱/رمضان المبارک۱۴۲۹ھ مطابق ۱۶تا۲۲/ستمبر ۲۰۰۸ء شمارہ:۳۵

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

کمپوزنگ

محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

برکاتِ رمضان	مولانا سعید احمد جلال پوری	۵
نبی کریم ﷺ.....امنِ عالم کے نقیب!	مولانا عبداللہ ابوالحاسن معروفی	۸
اعتکاف کے فضائل واحکام	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی	۱۲
مسائل زکوٰۃ	مفتی محمد طارق	۱۶
کفرواسلام کا پہلا معرکہ...غزوۂ بدر	محمد جمیل مظہر	۱۹
امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالبؓ	مولانا محمد رمضان لدھیانوی	۲۲
توبہ واستغفار کی خیروبرکت	محمد شاہد ندوی	۲۵

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک:۶۵ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ۱۰روپے، ششماہی:۲۲۵روپے، سالانہ:۴۵۰روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر363-8اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون:۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس:۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road Multan

Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: خالہ بمنزلہ ماں کے ہے!"

یہ طویل حدیث کا ایک جملہ ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء سے واپس ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کمسن بچی جو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھیں، "یا عم! یا عم!" کہتی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کردیا۔ اس بچی کی پرورش کے بارے میں حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اس بچی کو میں نے اٹھایا ہے اور یہ میرے چچا کی بچی ہے، اس لئے پرورش کا حق مجھے حاصل ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: یہ میرے بھائی کی بچی ہے (کیونکہ مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات قائم کردی تھی)۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے عقد میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے!" لہٰذا اس بچی کی پرورش کا حق اس کی خالہ کو حاصل ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بچے کی پرورش میں (نانی کے بعد) خالہ کا حق سب سے مقدم ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حسنِ سلوک میں والدہ کے اعزہ واقارب والد کے اعزہ واقارب سے مقدم ہیں۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیا میری توبہ کی کوئی صورت ہے؟ فرمایا: کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟ عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اس سے حسنِ سلوک کر!"

ان صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، ممکن ہے کہ واقعی کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہوگیا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ کسی صغیرہ گناہ کو اپنے صفائے باطن کی بنا پر "بڑا گناہ" سمجھ رہے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم فرمایا، اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ یہ بات بطورِ خاص انہی صاحب سے متعلق ہو، دوم یہ کہ سب کو عام ہو۔ اس دُوسری صورت میں اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا کہ والدہ اور خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

والدین کی بددُعا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دُعائیں مقبول ہیں، ان (کی قبولیت) میں شک نہیں: مظلوم کی بددُعا، مسافر کی دُعا اور باپ کی بددُعا بیٹے پر!" (ترمذی ج:۲ ص:۱۳)

مطلب یہ ہے کہ ان تین دُعاؤں کی قبولیت یقینی ہے، مظلوم کی لاچاری و بے بسی کی بنا پر اس کی بددُعا ظالم کے حق میں فوراً سنی جاتی ہے (گو اس کی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

قبولیت کا ظہور حکمتِ الٰہی کے ماتحت کچھ عرصے کے بعد ہو)، اسی طرح مسافر کی غربت و بے کسی کی بنا پر اس کی دُعا قبول کی جاتی ہے، اور باپ کا اپنی اولاد کے حق میں بددُعا کرنا انتہائی مجبوری و بے قراری کی حالت میں ہوسکتا ہے، ورنہ باپ اپنی اولاد کو کبھی بددُعا نہیں دیتا۔ اس حدیث پاک میں اس اَمر پر بھی تنبیہ ہے کہ کسی پر ظلم کرنے، کسی مسافر کو نظرِ حقارت سے دیکھنے اور اس کو ایذا پہنچانے اور والدین کو ستانے سے ڈرنا چاہئے، ورنہ خدانخواستہ ان لوگوں کے منہ سے بددُعا نکل گئی تو آخرت سے پہلے دُنیا بھی برباد ہوجائے گی۔ نیز اس پر بھی تنبیہ ہے کہ کسی کو بددُعا دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے، خصوصاً والدین کو اولاد کے حق میں بددُعا کرنے سے بچنا چاہئے، ورنہ اولاد کا مستقبل تباہ ہوگا تو اس سے خود والدین کو بھی تکلیف ہوگی۔

اولاد کے ذمے والدین کے حقوق

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں دے سکتا، اِلَّا یہ کہ اس کو غلام پائے تو خرید کر آزاد کردے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۳)

حق تعالیٰ شانہٗ نے آدمی کے عدم سے وجود میں آنے، اور یہاں آکر پھلنے پھولنے اور پرورش پانے کا ذریعہ والدین کو بنایا، ظاہر ہے کہ آدمی کا وجود نہ ہوتا، یا اس کی پرورش نہ ہوتی تو باقی کمالات اور نعمتیں اس کو کہاں سے میسر آتیں؟ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے والدین کا بڑا درجہ رکھا ہے، اور اپنی عبادت کے بعد والدین کی خدمت و اطاعت، ان سے شفقت و محبت اور ان کے سامنے فروتنی اور تواضع اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اور اولاد کو ایسی دُعا سکھائی ہے جو ان کو ان کی اصلی حالت کی یاد دلاتی رہے۔

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

برکاتِ رمضان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی عنایت و احسان ہے کہ ایک بار پھر ماہ مقدس ہم پر سایہ فگن ہے‘ اور اس کی برکات ہماری طرف متوجہ ہیں‘ ہم کس زبان اور کن الفاظ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمارے دلوں کی بنجر زمین اور غیر آباد فضا کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے ایک بار پھر رحمت و برکت کی گھٹائیں بھیج دیں‘ جو بلا امتیاز ہر ایک پر چھم چھم برس رہی ہیں اور ہر شخص اپنی ہمت و استعداد کے مطابق ان سے مستفید ہو رہا ہے‘ اگر کچھ خوش نصیب اس آبِ زلال سے بھرپور نفع اٹھا رہے ہوں گے تو کچھ کوتاہ نصیب ایسے بھی ہوں گے جو ”بہتے دریا کے کنارے پیاسے“ کے مصداق اس شاہی عطا سے محروم ہوں۔

جن خوش نصیبوں نے رمضان المبارک اور اس کی مقدس ساعتوں کی قدر کی‘ ان کو کار آمد بنایا‘ سابقہ غلطیوں پر توبہ‘ تلافی کی‘ آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عزم کیا اور نیکیوں پر کمربستہ ہوگئے‘ بلاشبہ یہ ایسے لوگوں کے لئے رحمت و مغفرت کا وسیلہ‘ جہنم سے نجات اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔

اس کے برعکس جن لوگوں نے اپنی روش بدلی‘ نہ گناہ چھوڑے‘ نہ سابقہ گناہوں پر پشیماں ہوئے‘ نہ توبہ کی اور نہ ہی ان لمحات کی قدر کی‘ وہ محروم رہے اور محروم ہی رہیں گے۔ الا من تاب وعمل عملاً صالحاً۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص برستی بارش میں سائبان میں کھڑا برستی بارش کا سارا منظر دیکھتا رہے‘ بلاشبہ جس قوت سے بھی بارش برستی رہے سائبان کے نیچے کھڑے شخص پر ایک قطرہ بھی نہیں آئے گا‘ ٹھیک اسی طرح جن لوگوں نے توبہ‘ انابت‘ ندامت کے بعد ان لمحات کی قدر کرلی وہ رحمت و مغفرت کی برستی بارش میں کود گئے اور اس کی برکات سے مستفید ہوگئے اور جنہوں نے اپنے سروں پر گناہوں‘ بدکاریوں کا سائبان تانے رکھا اور عصیان و طغیان کے حصار میں گھرے رہے‘ ان پر رحمت و مغفرت الٰہی کی ایک بوند بھی نہیں ٹپکے گی۔

بلاشبہ جو لوگ دل و جان سے اس ماہ مقدس کی پذیرائی اور اس کی قدردانی کی کوشش کریں گے‘ اللہ تعالیٰ ان کو محروم نہیں رکھیں گے‘ بلکہ ان کی ہمت و قوت سے بڑھ کر ان کی نیت‘ خلوص اور اخلاص کے مطابق انہیں ایسا نوازا جائے گا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔

اس کے برعکس جو لوگ اس کی ناقدری کریں گے یا اس سے بے اعتنائی برتیں گے اور توبہ‘ انابت اور ندامت کی بجائے عصیان و طغیان میں مبتلا رہیں گے‘ وہ محروم رہیں گے۔ چاہے ظاہری اعتبار سے وہ دن کو روزے رکھیں اور رات بھر جاگا کریں۔ چنانچہ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا ہے:

”رب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع ورب قائم لیس لہ من قیامہ الا السہر۔“ (ابن ماجہ‘ ص:۱۲۱)

ترجمہ:..... ’’بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو رات بھر جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔‘‘

اس لئے اگر کوئی شخص صدق دل سے سابقہ کوتاہیوں پر توبہ‘ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلے‘ اور عملاً اس کی قدردانی کرے‘ تو انشاء اللہ! وہ رمضان المبارک‘ روزہ‘ تراویح‘ لیلۃ القدر اور اعتکاف کی پوری پوری برکات سے مستفید ہوگا‘ بے شک وہ اپنی فطری کمزوری‘ ضعف‘ عذر اور بیماری کی وجہ سے کچھ زیادہ محنت ومجاہدہ نہ کرسکے‘ مگر انشاء اللہ محروم نہ رہے گا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے رب سے عبدیت کا تعلق استوار کرے‘ لیکن اگر کسی نے گناہ وعصیان اور بغاوت وطغیان نہ چھوڑا تو چاہے رات رات بھر جاگ کر گزارا کرے‘ اس کا مقدر کھوٹے کا کھوٹا ہی رہے گا اور اس کا بخت کبھی بھی نہیں جاگے گا۔

چنانچہ ’’وقائع حضرت سیّد احمد شہیدؒ ‘‘ میں اس سلسلہ کا حضرت سیّد احمد شہیدؒ قدس سرہ کا ایک قصہ درج ہے‘ پڑھئے اور لطف اٹھایئے:

’’...... ماہ رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ حضرت سید المجاہدین...... حضرت سید احمد شہیدؒ نے...... اپنے شیخ اور پیر ومرشد...... امام المحدثین...... حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ...... کی خدمت میں مشرف ہوکر عرض کیا کہ: اس عشرے کی کس رات میں لیلۃ القدر ہوگی؟ کہ اس رات کو جاگوں؟ امام المحدثین نے کہا کہ جس طور سے اور راتوں میں عبادت کرتے ہو‘ ان راتوں کو بھی کرو‘ راتوں کو جاگنے سے کیا ہوتا ہے؟ اکثر پاپیاں چوکیدار راتوں کو جاگا کرتے ہیں‘ مگر نصیب ان کے سوتے اور اس نعمت سے محروم رہتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت دیتا ہے جگالیتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت امیر المومنین چپ رہے اور اپنے مکان پر جاکر‘ جہاں اترے تھے‘ تشریف لائے‘ پھر اسی ماہ مبارک کی ستائیسویں شب کو آپؒ نے بعد نماز عشاء کے چاہا کہ کچھ دیر بیدار رہیں‘ مگر یکبارگی خواب نے اس طور غلبہ کیا کہ حواس برجا نہ رہے‘ زمام طاقت قبضہ اختیار سے جاتی رہی کچھ کوشش وتدبیر اپنی کام نہ آئی‘ بیتاب ہوکر ہمتیں خدا تعالیٰ کو سونپ کر سورہے‘ پچھلی رات کو دو شخصوں نے آپ کو آکر جگایا‘ آپ آنکھوں کو کھول کر کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب سیّد المرسلین رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داہنے اور بائیں بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اٹھ کر غسل کر کہ تو جنب ہے‘ حضرت سیّد المجاہدین نے اسی دم جاکر غسل کیا‘ بعد فراغ غسل کے نزدیک ان دونوں بزرگواروں کے آئے‘ ایک صاحب نے ان میں سے فرمایا کہ اے فرزند! آج لیلۃ القدر ہے‘ دعا اور مناجات کرنے سے جناب قاضی الحاجات میں کسی طور قصور نہ کرنا‘ پھر وہ دونوں بزرگوار وہاں سے تشریف لے گئے‘ حضرت سیّد المجاہدینؒ فرماتے تھے کہ اس رات کو مجھ پر نہایت فضل الٰہی ہوا کہ واردات عجیبہ اور واقعات غریبہ مشاہدہ ہوئے کہ بصارت ظاہری سے ہر شئے کو جس طور سے ہے‘ نظر کرتا تھا میں اور پھر اسی حالت میں دیدۂ دل سے‘ جس کو بصیرت باطنی کہتے ہیں‘ تمام شجر وحجر اور در ودیوار کو سجدے میں تسبیح وتہلیل کرتے ہوئے دیکھا......‘‘ (وقائع سیّد احمد شہیدؒ ص:۱۶۷‘ مطبوعہ سیّد احمد شہید اکیڈمی لاہور)

بہرحال‘ ہمیں چاہئے کہ ہم ماہ مقدس کے قیمتی دنوں‘ راتوں‘ گھنٹوں‘ منٹوں اور لمحوں سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھائیں‘ اس کی برکات سمیٹیں اور شریعت مطہرہ نے اس ماہ میں جو جو معمولات مقرر فرمائے ہیں ان کو بجالائیں‘ چنانچہ اس ماہ میں ہماری نیکی کا جذبہ بڑھ جانا چاہئے۔ گناہوں سے یکسر کنارہ کشی کرنا چاہئے۔ ہاتھ‘ زبان‘ کان اور آنکھ پر بلکہ دل ودماغ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کی سوچ وفکر سے پاک کرکے انہیں نیکی اور طاعت میں مصروف کردینا چاہئے‘ جس طرح ہم دن بھر کھانے پینے اور میاں بیوی کے تعلق سے روزہ رکھتے ہیں‘ اسی طرح ہمارا رات دن بلکہ ہر وقت تمام گناہوں سے روزہ ہونا چاہئے۔ باجماعت نماز‘ تراویح‘ تہجد‘ نوافل اور تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے اور کثرت سے درود شریف‘ استغفار‘ ذکر واذکار‘ اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگنے کا التزام کرنا چاہئے‘ اس ماہ میں صدقہ خیرات اور غریبوں‘ مسکینوں‘ ماتحتوں سے حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے۔ بلاشبہ ہم اگر زمین والوں کے ساتھ شفقت ونرمی کریں گے تو آسمان والا بھی ہم سے رحمت ومغفرت کا معاملہ کرے گا۔

اسراف وتبذیر‘ نام ونمود اور دکھلاوے کی دعوتوں‘ اور روزہ کشائیوں سے احتراز کریں۔ بلاشبہ روزہ داروں کے روزہ کھلوانے کا بڑا ثواب ہے‘ مگر بہتر یہ ہے کہ خاموشی سے غریبوں‘ مسکینوں‘ بیواؤں اور مدارس کے طلباء اور ایسے لوگ جو دو وقت کی روٹی کو ترستے ہیں‘ ان کی مدد کریں اور ان کا روزہ کھلوائیں۔

اس مہینہ میں ہماری نیکیوں کا میزانیہ بڑھ جانا چاہئے‘ اس لئے کہ یہ نیکیوں کا مہینہ ہے‘ لہٰذا روزانہ ایک بار صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرنا چاہئے‘ ناظرہ خواں حضرات کو تین پارہ اور حفاظ کو کم از کم چھ پارہ تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے‘ معمولات کی تسبیحات میں بھی اسی طرح اضافہ ہو جانا چاہئے‘ چنانچہ صبح شام استغفار‘ درود شریف اور تیسرے کلمہ کی تین تین تسبیح پڑھنا چاہئے‘ روزانہ عصر سے افطار تک دعا کا اہتمام کرنا چاہئے‘ کیونکہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے‘ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم عین افطار کے وقت تو دعا کا التزام کرنا ہی چاہئے‘ یوں تو ہر مسلمان کو اوابین‘ تہجد‘ اشراق‘ چاشت کی سعادت و برکت سے محروم نہیں رہنا چاہئے‘ مگر رمضان المبارک میں ان نوافل کا بطور خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

اس ماہ میں اپنے علاوہ اپنے مرحوم والدین‘ رشتہ داروں‘ اکابر بزرگان دین‘ اساتذہ‘ مشائخ اور دوست احباب کے حقوق کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے‘ ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب اور صدقات کا اہتمام کرنا چاہئے۔

جس طرح اپنے والدین‘ اساتذہ اور مشائخ کی زندگی میں ان کے لئے جوتے کپڑے بناتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے‘ ہمیں اب بھی ان کا خیال رکھنا چاہئے‘ لہٰذا ان کے لئے کم از کم اتنا ایصال ثواب کرنا چاہئے‘ جتنا ان کی زندگی میں ان کی ضروریات اور خوشنودی کے لئے خرچ کیا کرتے تھے‘ اس لئے کہ یہ ان کا ہم پر حق ہے اور ان کے حقوق کی بجاآوری ہمارے اخلاقی فرائض میں شامل ہے۔

جو شخص رمضان المبارک میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام والتزام کرے گا‘ انشاء اللہ! اس کے لئے پورا سال گناہوں سے بچنا آسان ہوگا‘ اسی طرح جو شخص رمضان المبارک میں اعمال صالحہ کی عادت ڈال لے گا‘ انشاء اللہ! پورا سال اس کو ان معمولات کی توفیق میسر آئے گی‘ اس لئے اہتمام کرنا چاہئے کہ پورے رمضان المبارک میں ہماری کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ ہونے پائے‘ بلکہ اگر تھوڑا سا مزید اہتمام کرلیا جائے تو بہت آسانی سے تکبیر اولیٰ کا چلہ پورا کیا جاسکتا ہے‘ چنانچہ پہلی رمضان المبارک سے شروع کرکے دس گیارہ شوال تک تکبیر اولیٰ کا چلہ پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ عموماً ہر مسلمان رمضان میں باجماعت اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے‘ اگر عید کے بعد مزید دس گیارہ دن کا اہتمام کرلیا گیا تو چالیس روز تک باجماعت اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی برکت سے ہمیں جہنم اور نفاق سے برأت کے دو پروانے بھی میسر آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مقدس اور اس کے قیمتی لمحات کی قدر دانی کی توفیق ارزانی فرمائے اور اس میں ہماری اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں؟ آپؐ نے فرمایا یہ عرض کرو: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' (اے میرے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کردینا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرمادے)۔

(ترمذی:۲/۱۹۱، ابن ماجہ:۲۸۴، مسند احمد:۶/۱۷۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن عالم کے نقیب

مولانا عبداللہ ابوالمحاسن معروفی

جو مذہب انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر دنیا کو بقعۂ نور بنانے کے لئے آیا اور جو رسول کفر و شرک اور قتل وخونریزی کا خاتمہ کرکے دنیا کو امن و امان، شانتی اور سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لئے مبعوث ہوا اور انتہائی قلیل عرصے میں اپنے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر روئے زمین کو امن وحفاظت، اخوت ومحبت اور عدل وانصاف کی آماجگاہ بنادیا، آج اس مذہب کو، اس رسول کو، اس کی بتائی ہوئی تعلیمات کو، اس پر اتارے گئے قرآن کو اور اس کے ماننے والے مسلمانوں کو ظلم وزیادتی، تشدد وبربریت، خوف ودہشت اور نفرت وعداوت کا پلندہ قرار دیا جارہا ہے، اس میں جہاں تعصب، علاقائیت اور قومیت کا دخل ہے وہیں ایک اچھی خاصی تعداد مذہب اسلام، پیغمبر اسلام اور تعلیمات اسلام سے ناواقف ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس موضوع پر توجہ دی جائے اور شہنشاہ امن ﷺ کے ارشادات اور ان کی ہدایت کو منظر عام پر لایا جائے اور پورے ماحول کی منظر کشی کی جائے تاکہ سمجھنے والوں کے لئے سہولت اور ماننے والوں کے لئے آسانی پیدا ہو اور رحمت عالم ﷺ کا امن وسلامتی کی عظیم شخصیت ہونا واضح ہوجائے۔

بعثت نبوی سے پہلے انسانیت کی حالت زار

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کے بڑے مذاہب، قدیم مذہبی صحیفے اور ان کے احکام وقوانین جنہوں نے مذہب، اخلاق اور علم کے میدان میں مختلف موقعوں پر اپنا مخصوص کردار ادا کیا تھا، بازیچۂ اطفال بن چکے تھے اور پوری انسانیت تباہی وبربادی کے راستے پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی، انسان اپنے خالق ومالک کو بھول چکا تھا اور روح وقلب کی غذا، اخروی فلاح، انسانیت کی خدمت اور اصلاح حال کے لئے اس کے پاس ایک لمحہ باقی نہیں تھا، مشرکین عرب جن کا دعویٰ تھا کہ ہم دین ابراہیم پر ہیں، شریعت ابراہیمی سے کوسوں دور تھے، ان میں گناہوں کی بھرمار تھی اور طول زمانہ کے سبب بت پرستی کی وہی عادات ورسوم پیدا ہوچلی تھیں، جنھیں دینی خرافات کا درجہ حاصل ہے، جس نے ان کی اجتماعی، سیاسی اور دینی زندگی پر گہرے اثرات ڈالے تھے، قبائلی اور نسلی، خاندانی اور خونی عصبیت بے حد شدید تھی، جنگ ان کی گھٹی میں پڑی تھی، ایک دوسرے کو قتل کرنا ایک کھیل اور تفریح تھی، حاصل یہ کہ یہ زمانہ تاریخ کا بدترین دور تھا اور انسانیت کے مستقبل اور اس کی بقاو ترقی کے لحاظ سے انتہا درجہ تاریک، مایوس کن اور ظلمت وانحطاط کی اس آخری منزل پر تھا جب اصلاح کی امید ختم ہوجاتی ہے۔

ایک انگریز مصنف سرولیم کہتا ہے کہ: ''محمد کے عنوان شباب کے زمانے میں جزیرۂ نمائے عرب بالکل ناقابل تغیر تھا، شاید اس سے زیادہ ناامیدی کی حالت کسی اور زمانے میں نہ تھی۔''

بعثت نبوی اور انقلاب عظیم

تو کیا اس عالم ظلمت، اس عالمگیر تاریکی، اس وسیع وہمہ گیر تیرگی میں ایک آفتاب عالم تاب کی حاجت نہ تھی کہ جاہلیت کے مشرکانہ وبت پرستانہ اور انسانیت کے اس مہلک اور تباہ کن ملبہ کو ہٹایا اور صاف کیا جائے، پھر اس کی جگہ وہ نئی مستحکم عظیم الشان اور بلند وبالا عمارت قائم کی جائے، جس کے سایۂ رحمت میں ساری انسانیت کو پناہ مل سکے، رحمت عالم ﷺ کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو ارشاد فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر اس صورت حال کی کوئی تصویر اور ترجمانی نہیں ہوسکتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

''اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو
جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس
نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم
اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم
آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے
تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔''

(آل عمران:۱۰۳)

بنی نوع انسان کی پوری تاریخ میں ہمیں اس سے زیادہ نازک کام اور اس سے بڑی ذمہ داری نظر نہیں آتی جو ایک نبی کی حیثیت سے رحمت عالم ﷺ پر ڈالی گئی اور نہ کوئی کھیتی اتنی زرخیز ثابت ہوئی جیسی آپ کی، اور نہ کوئی محنت وکوشش اتنی بار آور ثابت ہوئی جتنا آپ کی محنت انسانیت عامہ کے حق میں نفع بخش ثابت ہوئی، یہ عجائبات تاریخ کا سب سے بڑا عجوبہ اور دنیا کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ لیمر ٹائن نبوت محمدی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

''انتہائی ناساعد حالات میں اپنے

عقائد کو ایک تہائی دنیا سے تسلیم کرالینا بیشک آپ کا معجزہ تھا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے جیسے ہی عقیدۂ توحید کا اعلان ہوا بتوں کے تمام قدیم معبدوں میں خاک اڑنے لگی اور ایک تہائی دنیا ایمانی حرارت سے لبریز ہوگئی۔"

رحمت للعالمینؐ کا کرشمہ

غرض آپؐ کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی، انسانوں کے مزاج میں تبدیلی آگئی، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا اور خداطلبی کا ذوق عام ہوا، عرب و عجم، مصر و شام، ترکستان و ایران، عراق و خراسان، شمالی افریقہ اور اسپین اور بالآخر ہمارا ملک ہندوستان اور جزائر شرق الہند سب اسی صہبائے محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آنے لگے، انہوں نے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرمادیں، عشق الٰہی کی شمع فروزاں کردی، علوم وفنون کے دریا بہادیئے، جہالت و وحشت اور ظلم و عداوت سے نفرت پیدا کردی، مساوات کا سبق پڑھایا اور دکھوں کے مارے سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے سے لگالیا، آئندہ سطور میں بعض قرآنی ہدایت اور رحمت عالم ﷺ کی چند تعلیمات کی روشنی میں مختصر وضاحت کے ساتھ کچھ انقلاب انگیز اصول پیش کئے جاتے ہیں، جو عالمی صلح و امن اور خیر و بہبود کے زبردست عوامل ہیں، جس سے معلوم ہوجائے گا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے امن و سلامتی کا جو فارمولا دنیا کے سامنے رکھا ہے، منفی عناصر کے ازالہ کی خاطر انسانیت کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جو پالیسی تیار کی ہے وہ کس قدر جامع اور امن وسلامتی کی ضامن ہے۔

مساوات

بین الاقوامی اصلاح و امن کے سلسلے میں سب سے پہلا اور بنیادی امر یہ ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانی گروہوں، جماعتوں اور قوموں کو اصولی اعتبار سے مساوی تسلیم کیا جائے اور اس مساوات کو عملی لباس پہنانے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی جائے، اگرچہ کسی کا عقیدہ کچھ ہو، جو کتاب حق رحمت ﷺ پر نازل ہوئی، اس میں انسانی مساوات کا غیر مشتبہ اعلان موجود ہے۔

"لوگو! تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم پہچان لئے جاؤ، یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو، بے شک خدا دانا اور واقف کار ہے۔" (حجرات:۱۳)

رحمت عالم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حرم پاک میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا ان میں مخاطب وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف اکیس برس تک ظلم و تعدی کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بپا کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور شاید ہی کوئی سینہ یا چہرہ ہو جو مخاطبین کی برچھیوں، تلواروں اور تیروں سے جراحت زار نہیں بن چکا تھا، تاہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج تم پر کوئی الزام نہیں، تم سب آزاد ہو" نیز فرمایا: "اے قریش! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹادیا، تم لوگ آدم کی نسل سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے" پھر مذکورہ آیات تلاوت فرمائی، اس سے مزید توثیق ہوتی ہے کہ یہ آیت مساوات انسانی کی بنیاد ہے۔

اکرمیت کی بنیاد

پھر دیکھیں کہ انسانوں کی عزت واکرمیت کی اساس و دولت، رنگ، خون، نسل، قوم یا کوئی خاص جغرافیائی خطہ نہیں بلکہ صرف تقویٰ اور حسن عمل ہے، محض نکوکاری، راست، حق پرستی اور خلق دوستی درکار ہے، جس کی فراوانی سے روئے زمین امن وسلامتی کا بہشت زار بن جائے گی۔

دین میں کوئی جبر نہیں

ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

"لا اکراہ فی الدین۔"

(البقرہ:۲۵۶)

ترجمہ: "دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔"

انسانی ظلم وستم کے جو خونچکاں واقعات تاریخ کے صفحات پر منقوش ہیں، ان میں سے تین چوتھائی صرف جبر وتشدد کا نتیجہ ہے جو ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے بے دریغ روا رکھے۔ یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ جبر و اکراہ سے انسانی جسم کو اپنی مرضی کے مطابق جھکایا جاسکتا ہے، مگر دل میں اعتقاد وایمان کا چراغ روشن نہیں کیا جاسکتا، جبر و تشدد سے تو دلوں میں نفرت وکراہت کی آگ مشتعل ہوجاتی ہے۔

عدل پر استواری

ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کو مضبوطی سے کھڑے ہوجاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ اس سے انصاف نہ کرو، ہر حال میں انصاف کرو یہی تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے اور اللہ کی نافرمانی کے نتائج سے ڈرو، اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔" (المائدہ:۸)

"قوامین" میں حقوق اللہ کی طرف اور "شہداء بالقسط" میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے اور عدل کا مطلب ہے کسی کے ساتھ بدون افراط وتفریط وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل وانصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہئے

کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی پلڑے کو جھکا نہ سکے۔ فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین نصف پیداوار کی بنا پر یہودیوں کے حوالے کردی گئی تھی اور عبداللہ بن رواحہؓ کو بٹائی کے لئے بھیجا جاتا تھا وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو انبار لگوادیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ جو حصہ چاہو اٹھالو تو یہودی کہتے: ''زمین و آسمان ایسے عدل سے قائم ہیں'' جی ہاں! مسلمانوں کا وظیفہ حیات روئے زمین پر یہی ہے اور ایسے ہی اصول حیات عالمی امن کے ضامن ہو سکتے ہیں۔

نیکی میں تعاون اور بدی سے گریز

ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

''جس گروہ نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا اس کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ اس کے ساتھ زیادتی کرنے لگو (تمہارا دستور العمل تو یہ ہونا چاہئے کہ) نیکی اور پرہیزگاری کی ہر ایک بات میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور ظلم کی کسی بات پر تعاون نہ کرو اور اللہ کی نافرمانی کے نتائج سے ڈرو وہ پاداش عمل میں سخت سزا دینے والا ہے۔'' (المائدہ:۲)

قریش مکہ نے حدیبیہ میں مسلمانوں کو ادائے عمرہ سے روک دیا تھا، جب اختیار کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی تو ان پر یہ واضح کردینا ضروری تھا کہ قریش کی سابقہ زیادتیاں تمہارے لئے زیادتی کا باعث نہ بن جائیں اگرچہ تمہارے خیال میں وہ ان کی زیادتی کا جواب ہی ہو، مسلمانوں کا دستور العمل یہ ہے کہ جہاں نیکی اور اچھائی دیکھتا ہے، اس کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتا ہے اور ظلم و گناہ سے دور رہتا ہے اب سوچیں اور غور کریں اگر دنیا کی تمام قومیں اور جماعتیں یہ دستور العمل اپنالیں، نیکی اور خدا ترسی کے لئے مل جل کر کام کریں، گناہ اور ظلم کو فروغ نہ پانے دیں تو کیا دنیا جلد سے جلد امن و سلامتی کا گہوارہ نہ بن جائے؟

راست بازی

ایک انقلاب انگیز اصول یہ ہے:

''اے ایمان والو! تم انتہائی مضبوطی اور پختگی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے ہو جاؤ کہ اگر وہ گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے بھی خلاف ہو تو ہرگز نہ جھجکو، اگر کوئی مال دار یا مفلس ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمہیں انصاف سے باز رکھے اگر تم گواہی دیتے وقت بات کو گھما پھرا کر پیش کرو گے یا گواہی دینے سے پہلو بچاؤ گے تو یاد رکھو اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح آگاہ ہے۔'' (النساء:۱۳۵)

امن عالم کے ضامن وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اپنے خلاف یا اپنے انتہائی قریبی رشتہ داروں کے خلاف بھی سچ کہتے ہوئے نہ جھجکیں اور حق و انصاف کے معاملہ میں راست بازی کے اس انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔

بھائیوں کے درمیان مصالحت

''اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو پس اگر ان میں سے ایک زیادتی پر تلا رہے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کا مرتکب ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو دونوں فریق کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف پر استوار ہو یقیناً اللہ کو پسند آتے ہیں انصاف کرنے والے، مومن باہم بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الحجرات:۹،۱۰)

دیکھئے قتل و خونریزی کو روکنے کی کتنی عمدہ، منصفانہ اور موثر عملی تدبیر ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم، عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد تو کی جاسکتی ہے، ظالم کی مدد کیونکر ہو سکتی ہے؟ فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے روکو، یہ امن و سلامتی کی پائیداری کے اصول و ضوابط ہیں، ان سے جتنا انحراف کیا جائے گا یا ان پر عمل کی زیادہ اچھی صورت اختیار کرنے میں جتنا تامل ہوگا، اتنا ہی امن عالم میں اختلاف کا دروازہ کھلا رہے گا۔

موجبات اختلال کا انسداد

پھر قوموں اور جماعتوں کے خوشگوار تعلقات میں خلل ڈالنے والا ایک ایک رخنہ بند کیا گیا، مثلاً: ''لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم'' ...''ہنسی نہ اڑائیں ایک قوم کے لوگ دوسری قوم کے لوگوں کی شاید وہ ان سے بہتر ہوں...'' ''لا تلمزوا انفسکم'' ''عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو'' ''لا تنابزوا بالالقاب'' ...''چڑانے کی غرض سے ایک دوسرے کے نام نہ رکھو...'' ''یایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم'' (الحجرات:۱۲)... اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے اجتناب کرو، کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں... ''یایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علیٰ ما فعلتم ندمین'' (الحجرات:۶)... اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس خبر لائے

تو اسے صحیح سمجھنے سے پیشتر تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ خبر سنتے ہی تم نادانی سے دوسری قوم پر جا پڑو، پھر کل اپنے کئے پر پچھتانے لگو...

رحمت وشفقت کا ابر گہر بار

رحمت عالم ﷺ کے فرمودات کی اساس اور بنیاد معاشرے میں رحمت ومحبت کے فیضان عام پر ہیں تاکہ رحمت وشفقت اور اخوت ومحبت کے فروغ و عمومیت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور تمام افراد بشر کے درمیان اخوت، خلوص، ہمدردی اور یکجہتی کے روابط زیادہ مستحکم ہوں اور امن وامان اور سلامتی و حفاظت کی صورت حال پائیدار ہو، صرف چند ارشادات ذکر کئے جاتے ہیں انہیں پڑھیں اور غور کریں کہ بین الاقوامی امن وامان کے تقاضے کی تکمیل کی طرف کتنی بے مثال اور کامیاب ہدایات موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمام مخلوق اللہ کا کنبہ اور اس کی عیال ہے، لہٰذا سب سے بڑا محبوب، خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال اور کنبوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔“

”تم مومنوں کو باہم رحم، محبت اور مہربانیوں میں ایک جسم کے اعضاء کی طرح دیکھو گے جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا جسم بے خوابی اور بخار کی دعوت بن جاتا ہے۔“ (بخاری)

”آپس میں بغض نہ رکھو باہم حسد نہ کرو، آپس کے تعلقات نہ توڑو اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ساتھ تین روز سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔“ (بخاری)

ایک مرتبہ پڑوسیوں کے حقوق کی نشاندہی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اگر پڑوسی بیمار ہو تو اس کی عیادت اور خبر گیری کی جائے، اگر وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کا ساتھ دو یعنی تدفین میں ہاتھ بٹاؤ، اگر وہ ضرورت مند ہو اور تم میں استطاعت ہو تو اسے قرض دو، اگر وہ برا کام کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کرو، اگر اسے کوئی نعمت یا مال ملے تو مبارک باد دو، اگر اس پر کوئی مصیبت آپڑے تو ہمدردی کا اظہار کرو، اپنے گھر کی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا رک جائے، جب تمہارے گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے تو کوشش کرو کہ تمہاری ہنڈیا کی مہک پڑوسی (اور اس کے بال بچوں) تک نہ پہنچے، یہ ان کے لئے باعث ایذا ہوگی یا اپنے اوپر لازم کرلو کہ اس کھانے کا کچھ حصہ پڑوسی کے گھر بھی بھیجیں گے۔

پھر پڑوسیوں کی قسمیں بھی بتائیں: غیر مسلم جس کے ساتھ رشتہ داری بھی نہیں نچلے درجے کا پڑوسی ہے یعنی اس کے بھی حقوق ہیں مگر دوسروں سے کم، مسلم پڑوسی جس کے ساتھ رشتہ داری نہ ہو اس کا درجہ پہلے کے مقابلے میں بلند ہے، رشتہ دار مسلم پڑوسی یعنی پڑوسی بھی، مسلم بھی اور رشتہ دار بھی یہ سب سے اونچے درجے پر فائز ہے۔

اب آپ ان ارشادات کی عملی صورت پر غور کریں تو اس کی وسعت اور اثر خیر کا اندازہ کرنا مشکل ہو جائے گا، کیا اب بھی کسی کو داعی اسلام رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین نہ آئے گا؟؟؟

☆☆.........☆☆

احتیاط کی انتہا!

امام ابوحنیفہؒ کا ایک شخص مقروض تھا، جس محلے میں وہ رہتا تھا، وہاں آپ کے ایک شاگرد فوت ہو گئے، آپ اس کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے، آفتاب کی تپش تھی اور کوئی سایہ نہ تھا، صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا، لوگوں نے آپ سے کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس دیوار کے سائے میں آرام فرمائیں۔

فرمایا: اس صاحبِ دیوار پر میرا قرض ہے، اس واسطے میرے لئے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں، اگر میں اس سے کوئی فائدہ حاصل کرلوں تو وہ سود میں شمار ہوگا۔

مرسلہ: سیدہ خدیجہ، کراچی

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی

اعتکاف کے فضائل و احکام

اعتکاف ایک افضل ترین عبادت ہے، جس میں بہت سی عبادات کی جامعیت پائی جاتی ہے، عبادت اور بندگی کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کیا عبدیت اور مسکنت ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنی مولا کے دروازے پر جا پڑے، اپنی تمام تر مشغولیات و مصروفیات کو ترک کرکے، بیوی، بچے، دوست احباب سے جدا ہو کر، اپنے رب کی محبت میں اس کے آستانہ پر ڈیرہ ڈال دے۔

اعتکاف کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آقائے نامدار، تاجدار مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام تر مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود ہمیشہ اعتکاف کا اہتمام فرماتے تھے، دعوت و تبلیغ اور جہاد جیسے اہم فریضہ کے باوجود رمضان المبارک کے آخری عشرہ کو اعتکاف کے لئے وقف فرما دیتے تھے، اپنے مولائے کریم کی محبت میں سب سے یکسو ہو کر فقط اسی سے لو لگا لیتے تھے۔

اعتکاف

عربی زبان میں اعتکاف کہتے ہیں کسی چیز پر قائم ہو جانا اور اپنے آپ کو اس میں قید کر لینا، روک لینا۔

”ھو فی اللغۃ الاقامۃ علی الشئی وحبس النفس علیہ“

(مرقاۃ:۲/۵۷۱)

اور شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کہتے ہیں کہ: ”مسجد میں رکنا خاص شخص (معتکف) کا مخصوص صفت (شرائط) کے ساتھ۔“ (مرقاۃ،۲/۵۷۱)

علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ ثواب کی نیت سے مسجد میں رکنا اعتکاف ہے۔ (درمختار،۲/۱۲۸)

قرآن مجید میں بھی اعتکاف کا ذکر ہے:

”ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود“

ترجمہ: ”یہ کہ پاک رکھو تم دونوں (ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ) میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف اور نماز کی طرح اعتکاف بھی افضل ترین عبادت ہے۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

”ولا تباشروھن وانتم عٰکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذالک یبین اللہ اٰیتہ للناس لعلھم یتقون۔“

ترجمہ: ”اور نہ ملو تم اپنی عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں، یہ حدود ہیں اللہ کی باندھی ہوئی، سو ان کے نزدیک نہ جاؤ، اس طرح بیان فرماتے ہیں اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں“

اعتکاف: احادیث کی روشنی میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، اس کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری،۱/۲۷۱)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے پس جس سال میں آپ کی وفات واقع ہوئی بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔“ (بخاری،۱/۲۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔“ (بیہقی، مسلم)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا اور اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے ماہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے۔ آپؐ جب سے مدینہ طیبہ تشریف لائے کبھی اعتکاف کو نہیں چھوڑا، پابندی سے ادا فرماتے رہے، اسی وجہ سے ابن شہاب زہریؒ نہایت ہی حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں چھوڑا لوگوں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ (عمدۃ القاری:۱۱/۲۷۵)

اعتکاف کی فضیلت

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اعتکاف کرنے والا ایک تو تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے (دوسرے) اس کے لئے وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو نیکی کرنے والا کرتا ہے: کعیادۃ المریض، و تشجیع الجنائز وزیارۃ

الاخوان وغیرہ (اور یہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا)۔" (ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۱۸۳)

حضرت حسینؓ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے کسی عشرہ کا اعتکاف کیا: "من اعتکف عشرا فی رمضان کان کحجتین و عمرتین" گویا اس نے دو حج اور دو عمرہ کئے۔ (بیہقی، ترغیب)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اعتکاف کیا "غفرلہ ماتقدم من ذنبہ" اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (فیض القدیر:۶/۷۴)

ابن عباسؓ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتا ہے۔ ایک خندق کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔" (بیہقی، ترغیب:۲/۱۴۹)

جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس دن کے اعتکاف کی کیا کچھ کم قدر ہوگی؟ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

عورتوں کا اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی فضیلت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے برابر ہے، البتہ عورتوں کے لئے اعتکاف گھروں میں کرنے کا حکم ہے، اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہروں سے اجازت لے کر اعتکاف بیٹھیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: "حضرت عمرۃؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کیا تو حضرت عائشہؓ نے بھی آپؐ سے اجازت مانگی کہ اعتکاف کروں گی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔" (بخاری:۱/۲۷۴)

عورتوں کے لئے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حیض و نفاس کی صورت میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکتیں، اس لئے کہ اس حالت میں روزہ اور نماز ادا کرنے سے معذور ہوتی ہیں جبکہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔

"عن ابن عباسؓ و عائشة رضی اللہ عنهما قالا لا اعتکاف الا بصوم" (مصنف ابن ابی شیبہ:۳/۸۷)

اعتکاف کی حکمتیں اور فوائد

علماء کرام نے اعتکاف کی قدر و منزلت اور فضیلت کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ حکمتیں اور فوائد نقل کئے ہیں قارئین کے استفادہ کے لئے مختصراً پیش خدمت ہیں:

۱:...... اعتکاف کی سب سے بڑی حکمت اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ معتکف کو اللہ کی یاد کے لئے یکسوئی اور تنہائی نصیب ہوجاتی ہے، دل دنیا کے فکروں سے خالی ہوجاتا ہے اور صحیح معنوں میں عبادت کے انوار و برکات سمیٹنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۲:...... لوگوں کے ملنے جلنے اور کاروباری مشغولیات کی وجہ سے چھوٹے موٹے جو گناہ ہو جاتے ہیں، ان سے بھی حفاظت ہوجاتی ہے۔

۳:...... حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوجاتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں دوڑ کر اسے اپنا لیتا ہوں" ایک معتکف جب اپنے گھر بار، بیوی، بچوں اور چاہنے والوں کو چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے اور اللہ کے گھر میں اللہ کا مہمان بن جاتا ہے تو اس عمل سے اللہ تعالیٰ اس کے کتنا قریب ہوگا اور کتنا زیادہ مہربان ہوگا خود اندازہ لگا لیجئے۔

۴:...... ہمارے گھر میں کوئی مہمان آئے تو ہم اپنی استطاعت کے مطابق اسکی عزت اور خاطر تواضع کرتے ہیں جو شخص اللہ کے گھر مہمان بن کر بیٹھ جائے اللہ تعالیٰ بھی اس کی خاطر تواضع اپنی شایان شان فرماتے ہیں۔

۵:...... معتکف مسجد اور اللہ کے گھر کی وجہ سے شیطان کی دشمنی اور اس کے حملوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

۶:...... معتکف جب مسجد میں رہتا ہے اس کا ہر عمل (کھانا پینا سونا حتیٰ کہ خاموش رہنا بھی) عبادت میں شمار کیا جاتا ہے۔

۷:...... معتکف کو اعتکاف کی برکت سے شب قدر اور اس کی مقبول عبادت کا اجر و ثواب مل...

معتکف اگر تھوکنے، ناک صاف کرنے یا ہاتھ دھونے، کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

معتکف اگر ٹھنڈک کی غرض سے نہانے کے لئے یا کوئی چیز دھونے کے لئے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (بحرالرائق)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) نفلی اعتکاف، (۲) واجب اعتکاف، (۳) سنت اعتکاف۔

نذر اور منت اعتکاف کے علاوہ اعتکاف نفلی ہے اور اس کے لئے روزہ بھی شرط نہیں۔

نفلی اعتکاف ایک گھڑی کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے، نذر، منت کا اعتکاف واجب ہوتا ہے جس کی اس نے منت مانی ہو۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔

اعتکاف کی شرائط

۱:...... جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اس میں پانچوں وقت باجماعت نماز ہوتی ہو۔

۲:...... اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، بے مقصد ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں کہیں گے۔

۳:...... مسلمان اور عاقل ہو۔

۴:...... عورت کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

اعتکاف کے مستحبات

۱:...... اعتکاف کے دوران نیکی اور خیر کی باتیں کرنا مستحب ہے۔

۲:...... حتی الامکان جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔

۳:...... زیادہ سے زیادہ وقت عبادات اور ذکر واذکار میں صرف کرنا۔

۴:...... استغفار کرنا، کثرت سے درود شریف پڑھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

۵:...... صلوٰۃ التسبیح پڑھنا۔

۶:...... اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کی نماز پڑھنا۔

۶:...... فجر سے اشراق تک اور عصر سے مغرب تک ذکر اذکار اور دعا وغیرہ میں مشغول رہنا۔

۷:...... عشرہ اخیرہ کی پانچوں طاق راتوں میں جاگ کر عبادت کرنا، مناجات مقبول اور دوسری ادعیہ پڑھنا۔

۸:...... اپنے قول و فعل کے ذریعے دوسرے معتکفین کو تکلیف دینے سے پرہیز کرنا۔

جو چیزیں معتکف کے لئے جائز ہیں

۱:...... معتکف کے لئے مسجد میں کھانا، پینا، سونا، لیٹنا اور آرام کرنا جائز ہے۔ (ردالمختار)

۲:...... کھانے پینے کی چیزوں یا ضرورت کے اشیاء اور دینی کتابوں کا مسجد میں رکھنا جائز ہے۔ (ردالمختار)

۳:...... اپنے بال بچوں یا خرید و فروخت کے بارے میں بات چیت کرنا۔

۴:...... معتکف اگر کارخانہ دار یا صنعت کار ہو تو ضرورت کے وقت خرید و فروخت اور جملہ ضروری امور کے بارے میں بات چیت کرنے کی گنجائش ہے۔ (بدائع)

۵:...... معتکف کے لئے لباس تبدیل کرنا، خوشبو لگانا اور سرمہ اور داڑھی میں تیل لگانا، کنگھی کرنا سب باتیں جائز ہیں۔ (بدائع)

۶:...... حالت اعتکاف میں دینی باتیں کرنا باعث ثواب ہے اور ایسی باتیں کرنا جن سے گناہ نہ ہو مباح ہے۔

۷:...... معتکف کے لئے ناخن کتروانا، مونچھیں سنوارنا، خط یا حجامت بنوانے کی اجازت ہے لیکن مسجد میں ناخن یا بال وغیرہ نہ گرنے پائیں۔ (فتح الباری)

جن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے

۱:...... معتکف بلاضرورت شرعیہ یا طبعیہ اعتکاف گاہ (مسجد) سے باہر ایک منٹ کے لئے بھی نکل جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

۲:...... بلاضرورت شرعیہ یا طبعیہ اگر معتکف بھول کر بھی مسجد سے باہر نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

۳:...... کسی مریض کی تیمار داری کرنے یا کسی وفات پر اگر معتکف مسجد سے باہر نکل گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ کسی بیمار کی تیمار داری کے لئے کوئی دوسرا موجود نہ ہو تو چلا جانا چاہئے، اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا، البتہ اعتکاف توڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔ (بحرالرائق)

۴:...... معتکف میت کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لئے یا میت کو کندھا دینے کے لئے یا تدفین میں شریک ہونے کے لئے باہر چلا جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، بلاضرورت شدیدہ اعتکاف نہ توڑے، ہاں معتکف کے بغیر کوئی انتظام نہ ہو سکے تو بے شک چلا جائے بعد میں اس کی قضا کرے۔ (عالمگیری)

۵:...... معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو جائے تو معتکف گھر جاسکتا ہے، اس کے چلے جانے سے اعتکاف تو ٹوٹ جائے

حضرت حسینؓ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے کسی عشرہ کا اعتکاف کیا گویا اس نے دو حج اور دو عمرہ کئے۔ (بیہقی، ترغیب)

گا لیکن گناہگار نہ ہوگا۔ (بحرالرائق)

۶:... کسی حاکم نے یا غیر حاکم نے زبردستی معتکف کو باہر نکال دیا، مثلاً سرکاری وارنٹ آگیا یا زبردستی قرض خواہ باہر کھینچ کر لے گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا لیکن معتکف گناہ گار نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خان)

۷:...... مسجد گرنے لگے اور معتکف کے دب جانے کا خطرہ ہو یا کوئی آدمی کنویں میں گر گیا اور ڈوب رہا ہو، یا آگ میں گر پڑے یا گرنے کا خطرہ ہو تو معتکف کا مسجد سے نکلنا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے جانا واجب ہے لیکن اعتکاف قائم نہیں رہے گا۔ (علم الفقہ)

۸:...... معتکف کسی سے لڑ جھگڑ پڑے اور خدانہ کرے گالیاں بھی دینے لگے، اس سے اعتکاف تو نہیں ٹوٹے گا البتہ گناہگار ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خان)

۹:...... معتکف اگر تھوکنے، ناک صاف کرنے یا ہاتھ دھونے، کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۰:...... معتکف اگر ٹھنڈک کی غرض سے نہانے کے لئے یا کوئی چیز دھونے کے لئے مسجد سے باہر جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (بحرالرائق)

۱۱:...... جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا بھول کر کھانے سے نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ ہی اعتکاف ٹوٹے گا۔ (بحرالرائق)

۱۲:...... معتکف کو دن یا رات میں احتلام ہوجائے تو اس سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ معتکف کو چاہئے کہ آنکھ کھلتے ہی تیمم کرے، جس کے لئے یا تو پہلے ہی سے ایک کچی یا پکی اینٹ رکھ لی جائے، ورنہ بوجہ مجبوری مسجد کے صحن یا دیوار پر تیمم کرے پھر غسل کا انتظام کرے۔ (بدائع الصنائع)

معتکف کے وضو کرنے کا حکم

مسئلہ: معتکف کو ہر نماز کے لئے خواہ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل نیز تلاوت قرآن یا سجدہ کرنا ہو یا قضا نماز ادا کرنی ہو ان سب کے لئے جس وقت چاہے وضو کرنے کے واسطے باہر جانا جائز ہے، کیونکہ ان سب کے لئے وضو کرنا شرط ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: معتکف کا بدن یا کپڑے ناپاک ہوجائیں تو خود بھی مسجد سے باہر جاکر دھوسکتا ہے کیونکہ ناپاکی اور ناپاک چیز سے مسجد کو بچانا واجب ہے۔ (فتاویٰ شامی)

مسئلہ: وضو کا پانی ختم ہوگیا ہو تو جہاں سے جلدی لاسکتا ہو وہاں سے جاکر پانی لاسکتا ہے، اور اگر گھر جانا پڑے تو گھر بھی جانا جائز ہے خواہ وہیں وضو کرکے آجائے یا مسجد میں آکر وضو کرلے، درمیان میں بلاضرورت نہ ٹھہرے۔

مسئلہ: وضو یا غسل کرنے کے لئے جاتے وقت چلتے چلتے سلام کرنا، سلام کا جواب دینا جائز ہے۔

معتکف کے لئے اذان دینے کا حکم

مسئلہ: اذان دینے کی جگہ مثلاً: منارہ، حجرہ یا محراب کی بغل میں کوئی جگہ مقرر ہے جو مسجد سے خارج ہے، مگر اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے تو معتکف موذن یا غیر موذن دونوں کو اس جگہ اذان کے لئے جانا یا کسی اور غرض سے جانا سب جائز ہے، البتہ اگر دروازہ مسجد کے اندر سے نہیں ہے تو معتکف کو وہاں جانا جائز نہیں، اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (فتاویٰ شامی)

اعتکاف مسنون کی قضا

مسئلہ: جن امور سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک عمل کرلیا تو مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے گا، خواہ یہ فعل دن کو کرے یا رات کو۔ جس دن اعتکاف ٹوٹ جائے اس دن کے اعتکاف کی قضا کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے اگر کچھ دن باقی ہوں ان دنوں میں سے کسی ایک دن قضا اعتکاف کی نیت کرلے، اگر رمضان میں قضا نہ کرسکے تو ہمت کرکے شوال کے روزوں کے ساتھ اعتکاف کی قضا کرلے۔ (...)

معارفِ بہلوی مکمل چار جلدیں

تالیف: قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ شجاع آبادی

بحث و تحقیق، سیرت و تفسیر، سلوک و احسان اور تصوف و تکشف کے حقائق و معارف پر مشتمل نادر و نایاب رسائل کا حسین گلدستہ مدیر بینات حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلال پوری مدظلہ کی نئی ترتیب و تسہیل کے بعد نہایت خوبصورت کمپیوٹر کمپوزنگ اور چار رنگا حسین ٹائٹل کے ساتھ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کا ایک ایک حرف عطر تصوف اور مولف موصوف کی تحقیقی زندگی کا نچوڑ!

ہر رسالہ الگ ٹائٹل اور تخریج و تسہیل سے آراستہ

علماء، ارباب تحقیق اور سالکین طریقت کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ

مکتبہ لدھیانوی

۱۸ اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

بذریعہ ڈاک منگوانے والے حضرات صرف 650 روپے پیشگی منی آرڈر روانہ فرمائیں

مفتی محمد طارق

۱:...... اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ (یعنی ۶۱۲.۳۵ گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولہ (یعنی ۸۷.۴۷۹ گرام) سونا ہے یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ پیسہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور تجارت کا مال اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

۲:...... اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، روپیہ یا تجارت کا مال ہے یا کچھ سونا کچھ چاندی یا کچھ سونا اور کچھ روپیہ یا کچھ سونا اور کچھ مال تجارت ہے تو سب ملا کر دیکھیں! اگر ان کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں۔

۳:...... زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے، جب نصاب پر چاند کے حساب سے پورا ایک سال گزر جائے۔

۴:...... سال ختم ہونے پر تمام مال پر زکوٰۃ دینی ہوگی، چاہے اس مال کا کچھ حصہ ایک ہی دن پہلے اس کی ملکیت میں آیا ہو۔

۵:...... سال کے بیچ میں اگر اس کا مال نصاب سے کم ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا تاہم سال پورا ہوتے وقت اگر مقدار نصاب سے کم رہ جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں رہی۔

۶:...... سال پورا ہونے سے پہلے اگر سارا مال خرچ ہو جائے تو بھی زکوٰۃ فرض نہیں رہی، دوبارہ نصاب کی مقدار مال آ جائے تو از سر نو سال شمار کرے۔

۷:...... جس مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں نکالنا یا اس کی قیمت دینا فرض ہے، قیمت وہی معتبر ہوگی جو زکوٰۃ کا سال پورا ہوتے وقت بازار میں چل رہی ہو۔

۸:...... سونا، چاندی کے زیور، برتن، بٹن وغیرہ ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے، چاہے یہ استعمال میں ہوں یا بے کار رکھے ہوں۔

۹:...... سونا، چاندی اگر خالص نہ ہوں تو اگر سونا چاندی غالب ہے تو زکوٰۃ فرض ہے، اگر برابر ہے تو احتیاطاً زکوٰۃ فرض ہے اور اگر کھوٹ زیادہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

۱۰:...... مکان، دکان، جائیداد، گاڑی، اسلحہ، فرنیچر، فریج وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، تاہم اگر کوئی شخص ان کی تجارت کرتا ہے یعنی پلاٹ، دکان، فرنیچر وغیرہ

خرید کر بیچ دیتا ہے تو مال تجارت ہونے کی حیثیت سے ان پر زکوٰۃ لازم ہے۔

۱۱:...... مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کرائے پر دے تو ان چیزوں پر تو زکوٰۃ نہیں تاہم اس کی آمدنی نصاب میں شامل ہوگی۔

۱۲:...... کارخانہ کی مشین، فرنیچر اور مکان وغیرہ پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں، لیکن اس میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح جو خام مال رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

۱۳:...... کمپنیوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، سال ختم ہوتے وقت بازار میں جو قیمت ہوگی اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرے۔

۱۴:...... اگر کوئی صاحب نصاب مقروض ہے تو قرض منہا کرنے کے بعد جتنا بچے اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اگر قرض منہا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہ رہے تو زکوٰۃ فرض نہیں مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ قرض اس کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو، اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد وہ مقروض ہوا ہے تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

۱۵:...... کاروباری مقاصد کے لئے حاصل کئے ہوئے قرضے زکوٰۃ سے منہا نہیں کرنے چاہئیں، ہاں اگر کسی نے اپنی ضرورت کے لئے قرض لیا ہو تو زکوٰۃ سے نکالا جائے گا۔

۱۶:...... جواہرات یعنی موتی، ہیرے وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر تجارت کے لئے ہیں تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

۱۷:...... نابالغ اور مجنون کے مال پر زکوٰۃ نہیں۔

۱۸:...... مال ایک شہر میں ہے اور مالک دوسرے شہر میں تو زکوٰۃ ادا کرتے وقت مال جہاں ہوگا، وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

۱۹:...... زکوٰۃ کی ادائیگی کی دل سے نیت کر لینا ضروری ہے۔

۲۰:...... اگر کسی کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت نہیں کی تو جب تک زکوٰۃ کا مال یا رقم اس کے پاس موجود ہے اس وقت تک بھی نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مال خرچ ہونے کے بعد نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

۲۱:...... اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال یا روپے نکال کر الگ رکھ لئے تو یہ نیت کافی ہے، پھر مستحق کو دیتے وقت دوبارہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں، زکوٰۃ کی نیت سے الگ رکھا ہوا مال یا روپیہ اگر چوری یا ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

۲۲:...... اگر کوئی شخص آپ کا مقروض ہے تو اس کا قرض معاف کر دینے سے اپنی زکوٰۃ ادا نہیں

ہوگی، اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کے حوالے کردی جائے اور پھر اپنے قرض میں اسے وصول کرلیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ کسی اور کو زکوٰۃ دینے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ اپنے مقروض کو اس طرح قرض سے بری کرلیں۔

۲۳:...... زکوٰۃ کی رقم تھوڑی تھوڑی سال بھر اپنی سہولت کے مطابق دیتے رہے تو یہ بھی جائز ہے تاہم ہر بار نیت کرنا ضروری ہے۔

۲۴:...... زکوٰۃ کی رقم مستحق تک پہنچانے کے لئے کسی کو وکیل بنایا تو اگر زکوٰۃ کا مال وکیل کے سپرد کرتے وقت نیت کرلی پھر وکیل نے مستحق کو دیتے وقت نیت نہیں کی تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

۲۵:...... دوسرے کی زکوٰۃ اس کی اجازت کے بغیر ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگی، بعد میں اجازت دے دے تب بھی ادا نہیں ہوگی اور جو رقم مستحق کو دی ہے اسے بھی وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

۲۶:...... زکوٰۃ کا سال پورا ہونے کے بعد ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، اگر اگلے سال تک بھی ادا نہیں کی تو گناہگار ہوگا، تاہم زکوٰۃ ادا کرنا پھر بھی لازم ہوگا۔

زکوٰۃ، صدقات واجبہ کے مستحقین

۱:...... جس کے پاس سونا، چاندی، روپیہ، مال تجارت اور ضرورت سے زائد یعنی گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ (۶۱۲.۳۵) چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہو اس کو شرعاً مال دار کہتے ہیں، ایسے شخص کو زکوٰۃ، صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

۲:...... جس کے پاس اتنا مال نہ ہو اس کو شرعاً "فقیر" کہتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکوٰۃ و فطرہ دینا جائز ہے اور ان لوگوں کا لینا بھی درست ہے، بشرطیکہ وہ سید نہ ہوں۔

۳:...... جو برتن یا دوسرا سامان کبھی برسوں میں تقریبات کے موقعوں پر استعمال ہوتا ہے ایسا سامان ضرورت سے زائد کہلائے گا، نیز ٹی وی، وی سی آر، ڈش بھی شرعاً ضرورت سے زائد ہیں، چنانچہ جس کسی کے پاس ایسا مال بقدر نصاب ہو یا دوسرے مال کے ساتھ ملاکر بقدر نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو اسے زکوٰۃ فطرہ دینا جائز نہیں۔

۴:...... رہائش کا مکان، استعمال کے کپڑے، کتابیں، اوزار، مشینیں، حفاظت کا اسلحہ، سائیکل، گاڑی سب ضروری سامان میں داخل ہیں، چاہے وہ کتنی قیمت کے ہوں، اگر ان لوگوں کے پاس ان چیزوں کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر مال نہ ہو تو وہ زکوٰۃ، فطرہ کے مستحق ہیں۔

۵:...... اگر کسی کے پاس مکان، دکان اور گاڑی ہے جو کرایہ پر چلتے ہیں یا اور کوئی آمدنی ہے، لیکن اہل وعیال اتنے ہیں کہ اس سے اچھی طرح گزر نہیں ہوتا تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ اس کے پاس بقدر نصاب اور کوئی مال نہ ہو۔

۶:...... اگر کوئی شخص مقروض ہے تو اس کے مال میں سے قرض نکالنے کے بعد اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد بچتا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اگر اس سے کم بچتا ہے تو دینا جائز ہے۔

۷:...... سفر کے دوران اگر کسی مال دار کے پیسے ختم ہوجائیں یا چوری ہوجائیں اور گھر تک جانے کے لئے کچھ نہ بچے اور نہ گھر سے منگواسکے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، تاہم ایسے شخص کے لئے ضرورت سے زائد لینا حلال نہیں۔

۸:...... نابالغ بچوں کا باپ اگر مال دار ہے تو ان بچوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے لیکن اگر ماں مال دار ہے اور باپ مستحق زکوٰۃ ہے یا باپ نہیں ہے تو ان کو دینا درست ہے۔

۹:...... اگر بچے بالغ ہوگئے اور خود وہ مال دار نہیں، لیکن ان کا باپ مال دار ہے تو ان بچوں کو دینا جائز ہے۔

۱۰:...... مال دار کا باپ اگر مستحق زکوٰۃ ہے تو اس باپ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

۱۱:...... اسی طرح مال دار کی بیوی اگر مستحق زکوٰۃ ہے تو اس بیوی کو بھی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

۱۲:...... سید کو زکوٰۃ جائز نہیں اور سید وہ ہیں جو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حارثؓ، حضرت جعفرؓ و حضرت عقیلؓ کی اولاد میں ہوں۔

۱۳:...... زکوٰۃ، صدقہ فطر، نذر، کفارہ اور عشر کافر کو دینا جائز نہیں، دوسرے صدقات کافر کو دے سکتے ہیں۔

۱۴:...... ایک ہی فقیر کو یکمشت زکوٰۃ کا مال بقدر نصاب دینا مکروہ ہے تاہم اگر دے دیا تو ادا ہوجائے گی، البتہ وہ اتنا مقروض ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد بقدر نصاب نہیں، بچے یا وہ بال بچے دار ہے اور بچوں میں تقسیم کرنے کے بعد ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہ بنے تو مد زکوٰۃ سے یکمشت اتنا مال دینا مکروہ نہیں۔

۱۵:...... ایک فقیر کو اتنا دینا بہتر ہے، جس سے اس کے اور اس کے اہل وعیال کے ایک دن کی ضرورت پوری ہوجائے اور اس دن اسے دوبارہ مانگنا نہ پڑے۔

۱۶:...... اگر کسی کو زکوٰۃ ادا کرنے کا وکیل بنایا تو وکیل اپنی مستحق بالغ اولاد اور بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، اگر وکیل خود بھی مستحق ہے تو نابالغ مستحق اولاد کو بھی دے سکتا ہے خود نہیں لے سکتا، البتہ اگر مالک نے وکیل کو یہ اختیار دے دیا کہ جس کو چاہے دے دے تو

مستحق ہونے پر خود بھی لے سکتا ہے، لیکن اگر مالک نے خاص کسی کو دینے کے لئے کہہ دیا تو اسی کو دینا ہوگا کسی اور کو نہیں دے سکتا۔

۱۷:...... اپنی زکوٰۃ کی رقم اپنے والدین یا اپنے والدین کے ماں باپ میں سے کسی کو دینا جائز نہیں، اسی طرح اپنی اولاد اور ان کے بچوں میں سے کسی کو دینے سے بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، میاں بیوی ایک دوسرے کو بھی نہیں دے سکتے۔

۱۸:...... مذکورہ رشتہ داروں کے علاوہ سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں۔

۱۹:...... ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے، لیکن اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار مستحق رہتے ہوں یا دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج، زیادہ دین دار یا دینی مدارس کے طلبہ یا مجاہدین اسلام ہوں اور زکوٰۃ کے مستحق ہوں تو پھر ان کے لئے بھیجنا جائز ہے بلکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

۲۰:...... ملازمین کو خدمت کے عوض زکوٰۃ دینا جائز نہیں، البتہ گھر یا دکان وغیرہ کے ملازمین اگر مستحق ہیں تو یہ ان کو تنخواہ یا مزدوری سے الگ بطور انعام کے دینا اور دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لینا جائز ہے۔

۲۱:...... مسجد، مدرسہ یا ہسپتال کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں، اسی طرح کسی مردہ کے کفن میں خرچ کرنا یا مردہ کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دینا بھی جائز نہیں، اگر اس طرح خرچ کر دی گئی تو زکوٰۃ نہ ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو اس کا مالک بنا دیا جائے۔

۲۲:...... دینی مدارس کے طلبہ یا محتاج علمائے دین کو زکوٰۃ دینے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، کیونکہ اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے علاوہ تبلیغ دین میں بھی زکوٰۃ دینے والے کا حصہ بن جاتا ہے۔

☆☆......☆☆

ضرورت ہے!

ضرورت ہے صلاح الدین ایوبیؒ سے قائد کی
صلیبی طاقتوں کو توڑ دے جو ایک ٹھوکر سے

جو ہو خوددار و پاکیزہ نگاہ و دل خدا والا
جو ٹکرا جائے بے خوف وخطر باطل کے لشکر سے

ضرورت ہے محمد فاتح و الپ ارسلاں کی اب
اٹھائیں جو نہ ہاتھ اپنے کبھی تیغ وتبر پر سے

انہیں جیسے جوانوں کی اب امت کو ضرورت ہے
نہائیں جو خدا کے راستے میں آب خنجر سے

دلوں میں جن کے روشن ہوں یقین وعزم کی شمعیں
محبت ہو خدا سے، عشق ہو اس کے پیمبر سے

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

محمد بسیل مظہر

کفر و اسلام کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر

اسلامی تاریخ میں جب بھی کسی معرکے کا ذکر آتا ہے تو غزوۂ بدر کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کفر و اسلام کا یہ پہلا معرکہ جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے، رمضان المبارک ۲ ہجری میں پیش آیا۔ غزوۂ بدر کو بدر کبریٰ اور بدر القتال بھی کہا جاتا ہے، یہ پہلی لڑائی ہے جس میں جدال و قتال کی نوبت آئی۔ واقعات کے لحاظ سے تو یہ غزوہ بہت بڑا نہ تھا مگر نتائج کے اعتبار سے یہ جنگ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

اسباب

اسلامی تاریخ کی ان گنت کتابوں میں غزوۂ بدر کے اسباب پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مورخین نے غزوۂ بدر کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ جو تجارتی قافلہ غزوۂ ذی العشیر ہ کے موقع پر شام جاتے ہوئے بچ کر نکل گیا تھا وہ جب واپس آنے لگا تو اس کو لوٹنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند انصار و مہاجرین کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے مگر بدر کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے مگر قریش کا وہ لشکر جو ابوسفیان کی مدد کے لئے مکہ سے آیا تھا بہت قریب پہنچ گیا ہے اس وقت آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ اب جنگ ناگزیر ہے، مگر طبری نے جو وجہ بیان کی ہے وہ بڑی حد تک اصل وجہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ایک مرتبہ اسماء بنت ابوبکرؓ کے فرزند عروہؓ بن زبیرؓ سے اموی خلیفہ عبدالملک نے جنگ بدر کے حالات معلوم کئے تو اس کے جواب میں عروہؓ نے یہ واقعہ غزوۂ بدر کے سبب کے طور پر بیان فرمایا کہ رجب ۲ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو ایک قافلہ (جس میں عکاشہؓ بن محصن، عتبہؓ بن غزوان، خالدؓ بن بکیر، سعدؓ بن ابی وقاص، عامرؓ بن ربیعہ، سہیلؓ بن بیضا اور واقد بن عبداللہ بھی شامل تھے) کا قائد بنا کر نخلہ کی طرف روانہ کیا (ابن سعد نے قافلہ کی تعداد ۱۲، مسعودی نے ۸ اور ابن ہشام نے بھی عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں جانے والے قافلہ کی تعداد ۸ بتائی ہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کو ایک تحریر اس ہدایت کے ساتھ دی تھی کہ اس کو مدینہ سے روانگی کے دو دن بعد کھولنا، عبداللہ نے آپ کی ہدایت کی تکمیل میں دو دن کے بعد جب اس تحریر کو کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

> ''جب تم اس کاغذ کو دیکھو اور اچھی طرح پڑھ لو تو طائف اور مکہ کے درمیان وادیٔ نخلہ پہنچ جانا اور وہاں قریش کی تمام سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھنا اور ہمیں خبر دیتے رہنا۔''

آپ ﷺ کی یہ تحریر پڑھ کر عبداللہ بن جحشؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے، اتفاق سے دوران سفر ایک اونٹ (جس پر سعدؓ بن وقاص اور عتبہؓ بن غزوان سوار تھے) گم ہو گیا، یہ دونوں صحابی اس کی تلاش میں نکل پڑے اور باقی ساتھی آگے بڑھ گئے، جب یہ لوگ نخلہ پہنچے تو ایک تجارتی قافلہ مل گیا، اس قافلہ کے ساتھ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ، حکم بن کیان اور عمرو بن الحضرمی بھی تھے، پہلے تو یہ تجارتی قافلہ والے عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر ڈر گئے مگر بعد میں عکاشہؓ بن محصن کو پہچان کر کہنے لگے یہ تو یہاں کے مقامی باشندے ہیں اور ممکن ہے عمرہ کرنے جا رہے ہوں، اس لئے ان سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟

چنانچہ انہوں نے اپنی طرف سے پوری تسلی کے بعد اپنے جانوروں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا، اس دن رجب کی آخری تاریخ تھی۔ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں نے سمجھا کہ آج شعبان کی پہلی تاریخ ہے چنانچہ آپس میں صلاح مشورہ کر لیا کہ لڑائی جھگڑا تو صرف ماہ رجب میں ممنوع (اس وقت کے دستور کے مطابق) ہے آج تو شعبان کی پہلی تاریخ ہے کیوں نہ اس قافلہ پر حملہ کر دیں، لہٰذا عبداللہ بن جحشؓ اور دوسرے ساتھیوں نے باہم اتفاق سے اس تجارتی قافلہ پر اچانک حملہ کر دیا واقد بن عبداللہ کے ایک تیر سے عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیان کو قیدی بنا لیا گیا، جبکہ نوفل بن عبداللہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، عبداللہ بن جحشؓ گرفتار شدہ قیدیوں اور مال غنیمت کے ہمراہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں صرف قریش کی کارروائیوں پر نظر رکھنے کو بھیجا تھا لڑائی کرنے کے لئے نہیں۔

تجارتی قافلہ کے یوں لٹ جانے اور عمرو بن الحضرمی کے مارے جانے سے کفار مکہ نے اپنی بڑی توہین سمجھی اور اس واقعہ کو بڑی اہمیت دینے لگے کہ مسلمانوں نے ہمارے علاقہ میں آکر اتنی جرأت کی کہ قافلہ بھی لوٹ لیا اور عمرو کو بھی مار گئے، کفار مکہ نے آپس میں مشورہ کرکے آخر عمرو کے قتل کا بدلہ لینے کا پکا ارادہ کرلیا اور یوں وہ غزوۂ بدر کی تیاری میں مشغول ہوگئے۔

واقعات

عمرو بن الحضرمی کے قتل کے ایک ماہ بعد آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ کفار مکہ اس خون کا بدلہ لینے کے لئے زبردست تیاریاں کررہے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور سب کی رائے لینے کی کوشش کی، اس وقت سے پہلے کسی بھی غزوہ یا سریہ میں کسی انصاری کو شامل کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی تھی مگر اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو بھی طلب کیا اور ان سے بھی مشورہ طلب کیا، مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اور حضرت عمر فاروقؓ نے پُرجوش تقاریر کیں اور اپنی پوری مدد کا یقین دلایا لیکن آپؐ بار بار انصار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آخر سعدؓ بن معاذ سمجھ گئے کہ آپؐ انصار کے خیالات جاننا چاہتے ہیں، چنانچہ سعدؓ بن معاذ نے پوری امداد کا یقین دلایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ ''آپ اگر سمندر میں بھی کود جانے کا حکم دیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے'' سعدؓ کے بعد حضرت مقدادؓ نے کہا کہ ''ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے نہیں کہ کہنے لگیں: آپؐ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں ہم تو گھر بیٹھے رہیں گے۔''

آپؐ انصار کا یہ جذبہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور یوں جنگ کی تیاری کا آغاز ہوا۔

آپؐ جس دستے کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اس میں انصار کی تعداد ۲۳۱ تھی، ان میں ۶۱ کا تعلق اوس سے اور ۱۷۰ کا تعلق خزرج سے تھا، ۸۳ صحابہ مہاجرین میں سے تھے، کل ۳۱۴ کا لشکر تھا، مگر ان میں سے ۸ صحابہ کرامؓ کو آپؐ نے بعض دوسرے ضروری کاموں پر متعین کردیا تھا، اس لئے وہ لڑائی میں شریک نہ ہوسکے، جن ۸ صحابہ کرامؓ کو اس لڑائی میں شرکت کرنے کی سعادت نہ ملی، ان میں سے تین مہاجرین تھے اور ۵ انصاری تھے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بدری قرار دیا۔

حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے اس لئے روک دیا کہ ان کی زوجہ بنت رسولؐ بیمار تھیں دوسرے دو مہاجرین میں حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ شامل تھے، انصاریوں میں عاصمؓ بن عدی، حارثؓ بن الصمہ خواتؓ بن جبیر، حارثؓ بن حاطب اور حضرت ابولبابہؓ کو آپؐ نے دوسرے اہم کاموں پر لگادیا تھا، اس لئے یہ شامل جنگ نہ ہوسکے۔

اس طرح میدان جنگ میں جو مسلم دستہ پہنچا اس کی کل تعداد ۳۰۶ تھی، ان میں ۸۰ مہاجرین اور ۲۲۶ انصاری تھے، اونٹوں کی کل تعداد ۷۰ تھی اور محض ۲ گھوڑے تھے جبکہ ادھر کفار مکہ کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور رمضان المبارک کی ۸/تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کا لشکر عقیق، ذوالحلیفہ ذات الجیش اور عمیس الحمام سے ہوتا ہوا، سیالہ وارد ہوا، پھر عرق الظبیہ سے ہوتے ہوئے وادیٔ دبقان میں داخل ہوئے اور پھر آگے بڑھ کر صفراء کے مقام پر پہنچے، وہاں جاکر پھر راستہ تبدیل کیا اور دائیں جانب مڑکر وادیٔ ذفران کو عبور کیا اور وہیں اتر پڑے، وادیٔ ذفران سے آپؐ اور آپ کا لشکر چند ٹیلوں کے اوپر سے گزرتا ہوا بدر کے بالکل قریب پہنچ گیا، مورخین کے مطابق لشکرِ اسلام ۱۲/رمضان المبارک کو بدر پہنچ گیا۔

بدر پہنچ کر صحابہ کرامؓ نے خیمے لگائے، ابن عمرؓ انصاری اور عدیؓ بن ابی الرعن انصاری اونٹنیوں پر سوار ہوکر پانی لینے چاہ بدر گئے وہاں دو خواتین پانی بھر رہی تھیں اور آپس میں گفتگو بھی کررہی تھیں، ان کی گفتگو سے دونوں انصاری صحابہؓ نے اندازہ لگایا کہ قافلہ کل یا پرسوں یہاں سے گزرے گا، انہوں نے واپس آکر آپ کو اطلاع دی اور پھر مشورہ ہوا کہ پہلے تجارتی قافلہ کو روکا جائے یا کفار کا مقابلہ کیا جائے ابھی یہ بحث جاری تھی کہ ابوسفیان قافلہ کو کچھ دور چھوڑتا ہوا حالات کا جائزہ لینے کے لئے بدر پہنچ گیا، بدر آکر اس نے تمام حالات معلوم کرلئے فوراً اپنے قافلہ کی جانب پلٹ گیا اور راستہ تبدیل کرکے بڑی تیزی سے دور نکل گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص کو کفار کے لشکر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بدر کے چشمہ کی طرف بھیجا، یہ صحابہؓ وہاں گئے تو دو پانی بھرنے والوں کو پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے، آپؐ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد ان دو افراد سے پوچھ گچھ ہوئی تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم کفار کے لشکر میں شامل ہیں اور لشکر کفار اس وقت عقنقل کے ٹیلے کے پیچھے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔

انہی دو افراد سے دشمن کی تعداد معلوم ہوئی تو بعض صحابہ کرامؓ کو کچھ تشویش ہوئی کہ ہم تعداد میں کفار سے کافی کم ہیں، مگر آپؐ نے سب کو تسلی دی، پھر خبابؓ بن المنذر کے مشورہ سے آپ اپنے لشکر کو لے کر ایک اونچی جگہ ''عدوۃ الدنیا'' چلے گئے اور وہاں جاکر قیام فرمایا۔ اس اونچی جگہ سے آپ کفار کے لشکر کی نقل و حرکت آسانی سے دیکھ سکتے تھے اس طرح

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوگئے۔

عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام نے جنگ سے قبل عمرو بن ہشام (ابوجہل) کو مشورہ دیا کہ جنگ نہ کی جائے اور ہم لوگ واپس مکہ چلے جائیں، مگر ابوجہل نہ مانا اور دونوں کو بزدل کہہ کر واپس بھیج دیا۔ عمرو بن حضرمی جو کہ عبداللہ بن جحش کے ساتھیوں سے لڑائی میں مارا گیا تھا، کا بھائی عامر بھی لشکر کفار میں شامل تھا، ابوجہل نے اس کو بلوایا اور کفار کو جوش دلانے کو کہا، چنانچہ عامر نے چیخ چیخ کر اپنے بھائی عمرو کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے کفار کو خوب اکسایا اور آخر جنگ کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔

۱۷/رمضان المبارک کی رات کے آخری حصہ میں آپؐ نے اپنی چھوٹی سی بہادر فوج کو ترتیب دیا اور پھر صف بندی کر کے خود معائنہ فرمایا، پھر آپؐ نے اپنے لشکر کو ہدایات دیں، جن میں یہ ہدایت بھی تھی کہ لڑائی میں پہل نہ کرنا۔

جنگ سے ایک دن قبل خدا کی رحمت ہوئی اور بارش سے ساری کچی جگہ دب گئی، اس کے برعکس کفار کے لشکر میں دلدل بن گئی، جس کے نتیجہ میں ان کو نقل و حرکت میں دشواری پیش آئی۔

جنگ کے دن کا سورج طلوع ہوا تو عام لڑائی سے قبل مشرکین کی صفوں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تلواریں ہلاتے ہوئے میدان میں آئے اور مسلمانوں کو للکارا، لشکر اسلام سے عوفؓ بن حارث، معوذؓ بن حارث اور معاذؓ بن حارث (ایک اور روایت کے مطابق عوفؓ بن حارث، معاذؓ بن حارث اور عبداللہ بن رواحہؓ) ان کے مقابل ہوئے مگر جب قریش کے ان تینوں جنگجوؤں کو معلوم ہوا کہ یہ تینوں صحابہؓ تو انصاری ہیں تو انہوں نے طعنہ دیا کہ یہ ہم سے لڑنے کے قابل نہیں یہ تو انصاری ہیں، چنانچہ آپؐ نے اپنے لشکر سے حضرت علیؓ اسد اللہ، حضرت حمزہؓ اسد الرسول اور عبیدہ بن حارثؓ کو حکم دیا کہ جاؤ ان سے مقابلہ کرو، یہ تینوں بہادر حکم ملتے ہی نیزے ہلاتے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

حمزہؓ کا مقابلہ شیبہ بن ربیعہ سے، علیؓ کا مقابلہ ولید بن عتبہ سے اور عبیدہؓ کا مقابلہ عتبہ بن ربیعہ سے ہوا۔

حمزہؓ اور علیؓ نے تو پہلے ہی وار میں اپنے دشمنوں کو ختم کردیا مگر عتبہ اور عبیدہؓ دونوں کافی دیر تک لڑتے رہے حتی کہ دونوں زخمی ہوگئے، عبیدہؓ کا زخم کافی شدید تھا، حمزہؓ اور علیؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو دونوں نے مل کر عتبہ کو بھی جہنم واصل کردیا۔

بعض روایات میں ہے کہ حمزہؓ کا مقابلہ عتبہ سے، علیؓ کا شیبہ سے اور عبیدہؓ کا ولید سے ہوا تھا۔

بہرحال کفار کے یہ تینوں سردار لڑائی کے آغاز میں ہی مارے گئے، عتبہ، شیبہ اور ولید کو اس طرح خون میں لت پت دیکھ کر قریش کا ایک نامور جنگجو طعیمہ بن عدی بڑے جوش میں میدان میں آیا۔ حمزہؓ فوراً آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کر کے ڈھیر کردیا۔

اب مشرکین نے عام ہلہ بول دیا اور میدان جنگ پوری طرح گرم ہوگیا۔

اسود بن عبدالاسد کو حمزہؓ نے ختم کردیا، اسلام کا بڑا دشمن ابوجہل دو کمسن بھائیوں معاذؓ اور معوذؓ سے مقابلہ میں مارا گیا، عبیدہ ابن سعید کو حضرت زبیرؓ نے ختم کردیا، ابوالبختری بھی جہنم واصل ہوا جبکہ لشکر کفار میں شامل دوسرے افراد میں چند ایک کا حال یہ ہوا:

۱:......**نعمر بن حارث**: پہلے اسے قیدی بنایا گیا پھر آپؐ نے اس کو مار دینے کا حکم دیا تو فوراً ختم کردیا گیا۔

۲:......**اسود بن عامر**: حمزہؓ نے اسے قیدی بنایا تھا بعد میں طلیحہ بن ابی طلیحہ نے ۴ ہزار دینار فدیہ دے کر رہا کرایا تھا۔

۳:......**امیہ بن خلف**: بلالؓ بن رباح کا دشمن اور ظالم آقا، اسے عبدالرحمن بن عوف نے اپنے حلیفانہ تعلقات کی بنا پر چھپالیا تھا مگر بلالؓ کی نظر پڑ گئی تو بلالؓ نے صحابہؓ سے کہا کہ میرا دشمن بچ کر نہ جائے، چنانچہ اسے بھی مار دیا گیا۔

۴:......**علی بن امیہ بن خلف**: یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ مارا گیا۔

۵:......**امیہ بن ابی حذیفہ مخزومی**: بلالؓ بن رباح نے قیدی بنایا تھا بعد میں عبداللہ بن ربیعہ نے ۴ ہزار دینار فدیہ دے کر رہا کرایا۔

۶:......**ولید بن عبدالشمس ولید**: عبداللہ بن جحش نے قیدی بنایا بعد میں اس کے بھائیوں خالد بن ولید اور ہشام بن ولید نے فدیہ دے کر رہا کرایا۔

۷:......**عباس بن عبدالمطلب**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چچا کو قیدی بنایا گیا۔

۸:......**نوفل بن حارث بن عبدالمطلب**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چچازاد بھائی قیدی بنایا گیا۔

۹:......**عقیل بن ابی طالب**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چچازاد بھائی بھی قیدی بنایا گیا۔

۱۰:......**حارث بن عائز**: حضرت عبداللہ حاطبؓ نے اسے قیدی بنایا۔

۱۱:......**سائب بن ابی جیش**: عبدالرحمن بن عوفؓ نے قیدی بنایا۔

۱۲:......**سالم بن شماخ**: سعد بن ابی وقاصؓ نے قیدی بنایا۔

ان تینوں کو بعد میں عثمان بن ابی جیش نے ۱۲ ہزار دینار فدیہ دے کر رہا کرایا تھا۔

۱۳:......**معاویہ بن قیس**: عکاشہؓ بن محصن نے ختم کردیا۔

۱۴:......زمعہ: مارا گیا۔

۱۵:۔۔۔۔۔نبیہ بن حجاج: مارا گیا۔

۱۶:۔۔۔۔۔منبہ بن حجاج: یہ بھی مارا گیا۔

۱۷: عقبہ بن ابی معیط: اسے پہلے قیدی بنایا گیا تھا، پھر عرق الظبیہ کے مقام پر مار دیا گیا۔

۱۸:۔۔۔۔۔عصبہ بن زمعہ: قیدی بنایا گیا۔

مجموعی طور پر کفار کے ۷۰ افراد ہلاک ہوئے اور اتنے ہی قیدی بنالئے گئے جبکہ مسلمانوں کے لشکر سے ۱۴ صحابہ کرامؓ کو شہادت نصیب ہوئی، ان میں آٹھ انصاری تھے:

(۱) سعدؓ بن خثیمہ،

(۲) مبشرؓ بن عبدالمنذر،

(۳) یزویدؓ بن حرث،

(۴) عمیرؓ بن حمام،

(۵) رافعؓ،

(۶) حارثہؓ بن سراقہ،

(۷) عوفؓ بن حارث،

(۸) عمرؓ بن وقاص۔

مہاجرین شہداء کی تعداد چھ تھی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) عبیدہؓ بن حارث،

(۲) عمیرؓ بن ابی وقاص،

(۳) ذوالشالینؓ بن عمرو بن فضلہ،

(۴) عاقلؓ بن بکیر،

(۵) حضرت فیحؓ،

(۶) صفوانؓ بن بیضا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے فاتح لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے تو زوجہ عثمان حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ کو جنت البقیع میں دفن کیا جا رہا تھا۔

آپؐ نے جنگ بدر میں حصہ لینے والے تمام صحابہ کرامؓ کو جنتی قرار دیا ہے۔ ☆☆☆

امیر المومنین حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ

کے فضائل ومناقب اور شہادت

مولانا محمد رمضان لدھیانوی

جنگ نہروان کے بعد تین خارجی حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں اکٹھے ہوئے اور دیر تک عالم اسلام کی خانہ جنگی پر اظہار افسوس کرتے رہے اور طے کیا (معاذ اللہ) کہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب تک زندہ ہیں یہ خانہ جنگی بند نہیں ہو سکتی، لہٰذا ان تینوں کو قتل کر کے اس فتنہ کا سد باب کرنا چاہئے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برک بن عبداللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی اور ۱۷/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کی تاریخ اس مہم کو سر کرنے کے لئے طے کی، اس قرارداد کے بعد تینوں اپنی مہم پر روانہ ہوگئے۔ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا وقت پورا ہو چکا تھا، چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر جبکہ وہ فجر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے جا رہے تھے تو تلوار کا وار کیا، جس سے آپؓ شدید زخمی ہوگئے اور اسی دن رات کو آپ شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی غرض سے برک اور عمرو دمشق اور مصر پہنچے اور قرارداد کے مطابق حملے کئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی زخم آیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بجائے ان کے نائب خارجہ بن ابی حبیبہ قتل ہوگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل اسی وقت پکڑا گیا، آپؓ نے حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''تم نے اس آدمی کو قید تو کر لیا ہے، لیکن اس کا قتل اس وقت تک ملتوی رکھو جب تک کہ میں مر نہ جاؤں، اگر میں مر جاؤں تو اس کو قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہوں تو صرف زخم کا بدلہ لیا جائے گا۔''

اے بنی مطلب! میں مسلمانوں کا خون نہیں کرانا چاہتا، خبردار! بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا، اے حسن آگاہ رہو کہ میرے قاتل کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا۔ اللہ! اللہ! کیا حلم تھا۔

بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوگئے اور علم وفضل کا یہ درخشندہ ستارہ ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں ہمیشہ کے لئے زیر خاک روپوش ہوگیا:

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا بدبخت بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیں! فرمایا: ایک تو قوم ثمود کا احیم جس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر اتنے زور سے تلوار مارے

گا کہ تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

(مجمع الزوائد ۹/۱۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں، آپ پہلے شخص ہیں کہ جن کو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، بدر، خندق، خیبر وغیرہ غزوات میں شرکت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غسل نبوی کی سعادت اور عشرہ مبشرہ میں شمولیت کا اعزاز بھی نصیب ہوا، علم و تحقیق سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا، اس لئے کہ آپ کا فرمان ہے:

"انا مدینة العلم وعلی بابھا"

آپ بہترین فصیح و بلیغ خطیب وشاعر بھی تھے، آج بھی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی فرمان سامنے آتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ عربی الفاظ آپ کے سامنے دست بستہ قطار بنائے کھڑے ہوں کہ جب چاہیں جیسے چاہیں استعمال کریں۔

اس کے علاوہ علوم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، اجتہاد، تصوف، فصل قضایا وغیرہ میں خاص دسترس حاصل تھی۔ آپ سے ۵۸۶ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ (سیر الصحابہ ۱/۳۱۲)

علوم نحو کی ایجاد کا سہرا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر ہی ہے، ایک مرتبہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا، اس سے داعیہ پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنادیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہوسکے، چنانچہ ابوالاسود دؤلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا (فہرست ابن ندیم) اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ (سیر الصحابہ ۱/۳۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اولاد آدم کا سید و سردار اور علیؓ تمام عرب کے سردار ہیں۔"

(مجمع الزوائد ۹/۱۱۶)

ترمذی اور حاکم نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے علی! تم میرے دنیا اور آخرت میں بھائی ہو۔"

(ترمذی، مستدرک ۳/۱۴۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے علی! تو دنیا وآخرت میں سردار ہے اور تیرا دوست میرا دوست ہے اور میرا محبوب اللہ کا محبوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور میرے بعد جو تجھ سے بغض رکھے اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے۔ (المستدرک ۳/۱۲۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک بھنا ہوا پرندہ پیش خدمت کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! میرے پاس ایسے آدمی کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے، حضرت علیؓ آگئے، انہوں نے دروازہ پر دستک دی، حضرت انسؓ نے پوچھا کون؟ فرمایا: علی! میں نے ان سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضرورت میں مشغول ہیں وہ واپس چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوبارہ کھانے میں مشغول ہونے لگے اور پھر یہی دعا کی: اے اللہ! ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آئے اور اس بار انہوں نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آواز پہنچ گئی، آپ نے دریافت فرمایا: اے انس! دیکھو یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: علیؓ ہیں، فرمایا: ان کو اندر آنے دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ دعا کی کہ: یا اللہ! ایسے کو بھیج دے جو تجھے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تا کہ میرے ساتھ پرندہ کا گوشت کھائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یقین جانیں میں تین مرتبہ حاضر ہوا تھا، ہر مرتبہ انس رضی اللہ عنہ نے مجھے واپس بھیج دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! بھلا تو نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا مجھے دراصل یہ بات پسند تھی کہ یہ مبارک دعوت میری قوم کے کسی فرد کو نصیب ہو جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنی قوم کی محبت کی بنا پر قابل ملامت نہیں ہوتا۔"

(مجمع ۹/۱۱۵، الکبیر ۱/۲۴، فضائل خلفائے راشدین: ۸۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور پھر فرمایا: تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے، یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض رکھا اور ان کی والدہ (حضرت مریم علیہا السلام) پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس درجہ محبت کی کہ ان کو اس مقام تک پہنچا دیا، جس کے وہ اہل نہ تھے (یعنی خدا بنا لیا)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، خبردار! میرے بارے میں دو آدمی ہلاک و برباد ہوں گے، ایک وہ جو حد سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے، محبت میں وہ حد کو پھلانگ جاتا ہے، مجھے اس درجہ و مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے، جس کا میں اہل نہیں۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا آدمی جو مجھے صرف بغض وعداوت کی بنا پر برا بھلا کہتا ہے، یاد رکھو! نہ تو میں نبی ہوں اور نہ کوئی وحی میری طرف آتی ہے، میں تو حتی المقدور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہوں، لہٰذا اطاعت خداوندی کا اگر میں تم کو حکم

دوں تو خواہ تمہیں اچھا لگے یا بُرا میری اطاعت تم پر لازم ہے۔ (المستدرک:۳/۱۲۳)

حضرت علیؓ حضرات صحابہ کرامؓ کی نظر میں

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل قضیہ آتا اور حضرت علیؓ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں قضیہ غلط طے نہ ہو جائے۔

حضرت معاویہؓ کو جب حضرت علیؓ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو بے اختیار رو پڑے، آپ کی اہلیہ نے کہا: آپ تو ان سے لڑتے رہے ہیں، اب ان پر رونا کیسا؟ آپ نے فرمایا: تجھے کیا پتہ؟ آج دنیا کس قدر علم وفضل اور ذخیرہ فقہ سے محروم ہوگئی۔ (ابن کثیر)

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا (مقدمات کے فیصلے کرنے) اور علم فرائض میں علیؓ ابن ابی طالب سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور نہیں تھا۔

ابن سعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھی ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست جواب ان سے پایا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ علیؓ ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ (ترمذی)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپؐ سے گفتگو کر سکے۔

(طبرانی بتاریخ الخلفاء)

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ بھائی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص کے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے قابل قدر جاں نثاروں میں سے ایک تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان سے پہلے غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، بچوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جوانوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عمر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے چھوٹے تھے، مگر جذبۂ جہاد اور بہادری میں اپنے بھائی سے کسی قدر کم نہ تھے بلکہ بلند ہمت وحوصلہ، جفاکش اور مرد میدان تھے۔ غزوۂ بدر کے دن تمام جاں نثارانِ اسلام، محافظین پیغمبر جمع تھے، اسی اثناء میں حضور ﷺ مجاہدین کی صف بندی اور معائنہ کرنے کے لئے آئے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بچے ہونے کی وجہ سے چھپ گئے، اس بات کے خدشہ کی وجہ سے کہ کہیں ان کو چھوٹا، کم عمر ہونے کی وجہ سے میدانِ جہاد سے واپس نہ کر دیا جائے، آپ ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو بچے ہونے کی وجہ سے ان کو واپس کر دیا۔ جب آقا دو جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ان کو واپس کیا تو یہ واپسی کا حکم سنتے ہی رونے لگ گئے، یہ دلیل تھی ان کے جذبہ صادقہ کی اور ایمانی بہادری کی کہ عمر تو کم ہے، جسم نحیف ہے، قویٰ مضبوط نہیں مگر ایمان اور جذبہ شہادت خوب پروان چڑھ چکا ہے، جب حضور ﷺ نے ان کے رونے کا منظر دیکھا تو ترس آ گیا جس کی بناء پر جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔

عرش تک سیر کرانے کی حکمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش تک سیر کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس سلسلہ میں علماء ربانیین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے رموز اور حکمتوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ رقم طراز ہیں: ''اسی وجہ سے بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہے۔''

کتاب وسنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہیں۔ (سیرۃ مصطفیٰ ج:۱ ص:۲۸۹)

مرسلہ: قاضی احسان احمد

توبہ واستغفار

کی خیر وبرکت

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

گناہ ایک سنگین و مہلک ترین روحانی مرض ہے۔ اللہ کی نافرمانی اور گناہ وہ مضر شے ہے، جس سے انسان کے قلب میں زنگ لگ جاتا ہے اور قلب سیاہ ہوجاتا ہے لیکن اس کا بہترین علاج اور تریاق توبہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، اور غلطی اور گناہ کرنا اس کی جبلت میں داخل ہے، مگر بہترین گناہ گار وہ ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے اور اپنے کئے پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

توبہ کیا ہے؟

دراصل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے، ایک یہ کہ جو گناہ سرزد ہوجائے، اس پر دل سے ندامت وشرمندگی اور پشیمانی ہو، دوسرے یہ کہ جو گناہ ہوا اس کو فوراً چھوڑ دے تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم (پکا ارادہ) ہو۔ ان ہی تین چیزوں کے مکمل ہونے پر توبہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

قرآن و حدیث میں توبہ کرنے والوں کے لئے خوشخبری اور بشارت دی گئی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسندیدگی اور محبوبیت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"بے شک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے۔" (سورۂ بقرہ:۲۲۲)

قرآن کریم میں فرمایا گیا:

"اے محمد! (آپ میری طرف سے میرے بندوں سے) کہئے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے (کفر وشرک کرکے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، خدا کی رحمت سے (کبھی) ناامید مت ہو (اور یہ خیال مت کرو کہ تمہاری بخشش نہیں ہوسکتی، اگر تم شرک وکفر اور بغاوت کی زندگی سے نکل آؤ اور توبہ کرلو تو بخشش کا دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہوا ہے) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے (پس اگر اللہ کی بخشش چاہتے ہو تو توبہ کرلو) اور رجوع ہوجاؤ اور اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرلو قبل اس کے کہ (کفر وشرک کی پاداش میں) تم پر عذاب آجائے اور پھر کسی طرف سے تم کو کوئی مدد نہ مل سکے، اور (بغاوت ومعصیت کی زندگی چھوڑ کے) پیروی اختیار کرلو اس بہترین شریعت کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے، قبل اس کے کہ اچانک تم پر خدا کا عذاب آپڑے اور تمہیں اس کا خیال بھی نہ ہو۔" (سورۂ زمر:۵۳تا۵۵)

حدیث شریف میں آیا ہے:

"ہر انسان خطا کار اور گناہ گار ہے مگر بہترین خطا کار وہ ہے جو اللہ سے توبہ اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔"

گناہوں کی تلافی کا کیا طریقہ ہے؟

توبہ کی یہ صفت انسان کو کامیابی کے بلند مدارج تک پہنچاتی ہے، اسی سے دل کا سیاہ دھبہ دور ہوسکتا ہے، اس توبہ ہی سے بڑے بڑے گناہگار اور مایوس لوگ منزل مراد سے ہمکنار ہوتے ہیں، کتنے ہی بڑے بڑے گناہگاروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض حال کیا تو آپ نے ان کی مایوسی دور کرکے انہیں حوصلہ بخشا اور خوشخبری دی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! میں نے اتنے اور ایسے گناہ اپنی زندگی میں کئے ہیں کہ اگر ان گناہوں کو دنیا کے تمام انسانوں پر تقسیم کردیا جائے تو سب جہنم میں چلے جائیں اللہ کے رسول! کیا ان گناہوں کی تلافی کا کوئی طریقہ ہے؟ آپ نے اس کو اپنا ایمان تازہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے کی تلقین فرمائی، تو اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

حدیث شریف میں ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ گناہوں سے بجھے ہوئے دل روشن چراغ بن گئے اور انہیں دنیا کے انسانوں کو صحیح راہ دکھانے کی سعادت حاصل ہوگئی۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہوجاتا ہے، اسی طرح (گناہ سرزد ہونے سے) دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول! اس زنگ کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ

نے ارشاد فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

انسان کے اعمال بد کی سیاہی:

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور معافی مانگ لیتا ہے تو یہ سیاہ دھبہ مٹا دیا جاتا ہے لیکن اگر وہ اس گناہ کا اعادہ کرتا ہے تو سیاہ دھبہ میں اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے بس یہی وہ "رین" کی کیفیت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

"کلا بل ران علی قلوبهم ماکانوا یکسبون"

انسان کے کردار کو بنانے اور بگاڑنے میں اس کے دل کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے اگر دل پاک وصاف اور خوف الٰہی سے معمور ہے تو کردار بھلائیوں کا علمبردار بنتا ہے اور اگر دل خوف الٰہی سے خالی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے عاری ہو تو کردار داغدار ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ دل انسان کا کردار بنانے اور بگاڑنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتا ہے۔

ارشاد نبوی کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو سب سے پہلے اس گناہ کا اثر اس کے دل پر پڑتا ہے جو سیاہ دھبہ کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے یہ گویا کردار کے زنگ آلود ہونے کی ابتدائی علامت ہے اگر ابتدائی مرحلہ ہی میں انسان اپنی اخلاقی بیماری پر آگاہ و متنبہ ہو کر گناہ اور معصیت کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سیاہ دھبہ کو زائل فرما دیتا ہے لیکن اگر اس نے اس پر فکر نہ کی اور توبہ و استغفار کا دامن نہیں تھاما تو انسان گناہوں کے سمندر میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور اس سے نکلنا بہت دشوار ہو جاتا ہے در اصل جو دل خوف الٰہی سے معمور ہوتا ہے وہ انسان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح و نجات کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

دل پر یہ سیاہ دھبہ دراصل انسان کے اعمال کی سیاہی ہے اور اسی کیفیت کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں "رین" ہے جو مذکورہ آیت میں: "کلا بل ران علی قلوبهم" میں فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے: "ہرگز نہیں ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا رنگ چڑھ گیا ہے۔"

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو پورا جسم درست رہتا ہے لیکن اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے لوگو! یاد رکھو گوشت کا یہ لوتھڑا دل ہے۔

توبہ اور استغفار کی کثرت کیجئے:

بحیثیت مسلمان مومن بندوں کو کثرت توبہ و استغفار کے ذریعہ اپنے دلوں سے معصیت کے زنگ کو زائل کرتے رہنا چاہئے اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ اخلاق و کردار کا برابر اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے تاکہ وہ دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں کیونکہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بخشش کے لئے پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کی طرف سب مل کر توبہ کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔"

(سورۂ نور:۳۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"جو کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور اللہ سے بخشش چاہے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔"

(سورۂ نساء:۱۱۰)

حدیث شریف میں آیا ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہگار توبہ کرے اور اپنا ہاتھ دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گناہگار توبہ کر لے یہاں تک کہ سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے نکلے (یعنی قیامت کا دن آجائے)۔(مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ (جان کنی

بے شمار گناہوں کی معافی

درج ذیل استغفار کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (رات کو سونے کے لئے) اپنے بستر پر آئے اور تین مرتبہ یہ کلمات کہے: "استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه" اللہ تعالیٰ اس کے (سارے صغیرہ) گناہ معاف فرما دیں گے، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں یا مقام عالج کی ریت کے ذرات کے مساوی ہوں یا درخت کے پتوں کے برابر ہوں یا دنیا کے دن و رات کے برابر ہوں۔ (ترمذی)

کی) غرغراہٹ نہ شروع ہو۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت اغر بن مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی غفلت کا اثر ہو جاتا ہے' میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو مرتبہ "رب اغفرلی وتب علیّ انک انت التواب الرحیم" (اے اللہ! مجھے معاف کردے اور میری توبہ قبول فرمالے بلاشبہ تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے) پڑھتے ہوئے شمار کیا۔ (ابوداؤد)

توبہ کی خیر و برکت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص استغفار میں پابندی کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کی ہر تنگی کو دور کردے گا' اور ہر غم سے خلاصی دے گا' اور اس کو روزی ایسی جگہ سے دے گا' جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت بلال بن یسار بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے "استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ" پڑھا تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے چاہے وہ جنگ سے بھاگ کر آیا ہو۔ (ابوداؤد و ترمذی)

توبہ و استغفار کی بہترین دعا:

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں' تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور وجود بخشا' میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ عاجز و ناتواں سے ہوسکے گا' تیرے کئے ہوئے (ایمانی) عہد و میثاق کے وعدے پر قائم رہوں گا' تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے' میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا' اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے نافرمانیاں کیں اور گناہ کئے' اے مالک و مولا! تو مجھے معاف کردے اور میرے گناہ بخش دے' تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔"

جس بندے نے اخلاص کے ساتھ' دل کے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کیا اور اسی دن' رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آگئی تو بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری)

دنیاوی مضرت سے حفاظت کے لئے دعا:

حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا شام کو اور صبح کو (یعنی دن شروع ہونے اور رات شروع ہونے پر) تم قل ھو اللہ احد (سورۃ اخلاص) اور معوذتین (سورۃ ناس' سورۃ فلق) تین بار پڑھ لیا کرو' ہر چیز کے لئے تمہارے لئے یہ کافی ہوگی۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اس کو کوئی مضرت نہیں پہنچے گی اور کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوگا: "بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم" اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (ترمذی)

اللہ رب العالمین ہر قسم کے منکرات و فواحش شرور و فتن اور معاصی و گناہوں سے بچنے اور کثرت سے توبہ و استغفار کرنے کی توفیق دے اور ایسے اعمال صالحہ اختیار کرنے کی سعادت عطا فرمائے جو دنیا و آخرت میں فلاح و نجات کا سبب بن سکیں۔

"در ترے رحمت کے ہیں ہر دم کھلے"

☆☆..........☆☆

شب قدر کے برابر ثواب

قرآن کریم کی رو سے شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں اور سالوں کی تعداد تراسی سال چار ماہ بنتی ہے جو محض حق تعالیٰ شانہ کا انعام ہی انعام ہے اور چونکہ ان کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے' اس لئے اگر وہ کسی اور عمل پر بھی شب قدر کا ثواب دے دیں تو ان کے خزانہ رحمت میں کچھ کمی نہیں آتی' چنانچہ درج ذیل کلمات تین مرتبہ کہنے پر شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے' آپ بھی یاد کرلیں اور یہ ثواب حاصل کریں۔ (کنز العمال ص:۲۲۲ ج:۲)

"لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم۔" (تین مرتبہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

اپیل کنندگان

مولانا خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
نائب امیر مرکزیہ

مولانا عزیز الرحمٰن
ناظم اعلیٰ

ان تمام صدقات جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجیے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 4583486-45141522 فیکس: 4542277
اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان
جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 2780337 فیکس: 2780340
اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تا کہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔